ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

۲۵ تا ۳۱ جنوری ۲۰۰۱ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر: حافظ عاکف سعید

اشاعت خصوصی بموقع:

انٹرنیشنل خلافت کانفرنس

بمقام: ایوان اقبال، لاہور بتاریخ: ۲۸ جنوری ۲۰۰۱ء

مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الاَرضَ

فَرَأَیتُ مَشارِقَھا وَ مَغارِبَھا

وَاِنَّ اُمَّتِی سَیَبلُغُ مُلکُھَا مَا زُوِیَ لِی مِنھَا

(رواہ مسلم والترمذی وابوداود وابن ماجہ)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا، چنانچہ میں نے اس کے تمام مشارق و مغارب دیکھے۔ اور یقیناً میری اُمّت کا اقتدار وہاں تک پہنچے گا جہاں تک زمین کو میرے لئے لپیٹا گیا!'' (یعنی اہل اسلام کا اقتدار کرہ ارض کے کونے کونے پر قائم ہوگا۔)

تنظیمِ اسلامی کا پیغام   نظام خلافت کا قیام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ البقرۃ (۲)

﴿ الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ ﴾

"الف لام میم! یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں، ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لئے۔"

تمہیدی مباحث

سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کے مضامین کی باہمی مشابہت اور تکمیلی نسبت کے اعتبار سے نوٹ کر لیجئے کہ سورۂ بقرہ میں بنی اسرائیل (یہود) سے نہایت مفصل گفتگو ہوئی ہے جس میں انہیں ایمان لانے کی دعوت بھی دی گئی ہے اور اتمام حجت کر کے ان پر فردِ جرم بھی عائد کر دی گئی ہے۔ جبکہ سورۂ آل عمران میں یہی معاملہ نصاریٰ کے ساتھ نظر آتا ہے جہاں ان کی سب سے بڑی گمراہی یعنی تثلیث اور الوہیت مسیح علیہ السلام کے عقیدہ کی پر زور نفی کی گئی ہے۔ گویا یہ دونوں سورتیں مل کر ایک ہی مضمون کی تکمیل کر رہی ہیں۔ اسی طرح انفاق مال یا جہاد بالمال پر نہایت جامع ترین اور مفصل مقام سورہ بقرہ میں ہے، تاہم قتال اور جہاد بالنفس یعنی جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں اترنے سے متعلق مضمون بڑی شرح و بسط کے ساتھ سورۂ آل عمران میں آیا ہے۔ قرآن مجید کے اندر جہاد کا لفظ جہاں بھی آتا ہے وہ بالمال والنفس آتا ہے۔ جہاد بالمال یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں، اللہ کے دین کی دعوت اور غلبہ و اقامت دین کے لئے مال خرچ کرنا۔ جبکہ اس کام کے لئے جان لگا دینا جہاد کی بلند ترین شکل ہے۔

اسی طرح ایک اور لطیف بات یہ ہے کہ سورۂ بقرہ میں زیادہ زور (Emphasis) "ایمان" پر ہے جبکہ سورۂ آل عمران میں زیادہ زور "اسلام" پر نظر آتا ہے۔ یہ بھی حقیقت کے اعتبار سے ایک ہی شے کے دو رخ ہیں۔ ایمان ایک باطنی اور قلبی یقین کا نام ہے، اسلام اسی کا خارجی ظہور ہے۔ گویا ایمان کی بنیاد پر انسان کی جو عملی روش ہو گی اس کا نام اسلام ہے۔ دونوں کو بالکل ایک شے نہیں کہا جا سکتا جیسے کہ سورۂ حجرات میں یہ واضح کر دیا گیا کہ "یہ بدو دعویٰ کر رہے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ ان سے کہہ دیجئے کہ تم ایمان ہرگز نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم اسلام لے آئے، حالانکہ ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔" نوٹ کیجئے کہ سورہ بقرہ کی (آیت ۳، ۴) پھر اس کے بعد اکیسویں رکوع میں جا کر بالکل وسط میں (آیت : ۱۷۷) اور پھر اخیر میں (آیت : ۲۸۵) تینوں جگہ پر ایمان کی اہمیت کے بارے میں گفتگو ہوئی ہے جبکہ اسلام کے بارے میں یہی انداز آپ کو آل عمران میں نظر آئے گا ﴿ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ﴾ اور آگے چل کر ﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ﴾

ایک اور بات نوٹ کیجئے کہ قرآن میں ایمان کے بھی دو قسم کے مظاہر کا ذکر ملتا ہے۔ ایک مظہر وہ ہے جس میں نماز، روزہ، تقویٰ، خشوع، خضوع اور ذکر میں لذت کا آنا شامل ہے۔ دوسرے مظہر کی نمایاں چیزیں جہاد و قتال، اللہ کی راہ میں تکلیفیں اٹھانا، صبر، مصابرت، ایثار، قربانی، میدان میں آنا، مقابلہ کرنا، باطل سے پنجہ آزمائی کرنا ہیں۔ عمل کے یہ دو رخ ایمان ہی کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

ایمان اور اسلام کیا ہے؟ (۲)

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ . . . قُلْتُ اَیُّ الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُ قَالَ طُوْلُ الْقُنُوْتِ قَالَ قُلْتُ اَیُّ الْھِجْرَۃِ اَفْضَلُ قَالَ اَنْ تَھْجُرَ مَا کَرِہَ رَبُّکَ قَالَ قُلْتُ فَاَیُّ الْجِھَادِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: مَنْ عُقِرَ جَوَادُہٗ وَاُھْرِیْقَ دَمُہٗ قَالَ قُلْتُ اَیُّ السَّاعَاتِ اَفْضَلُ قَالَ جَوْفُ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ (رواہ احمد)

زیر نظر حدیث کی کچھ باتیں پچھلی دفعہ بیان ہوئی تھیں، حدیث کا باقی حصہ یہ ہے:

"حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز کونسی افضل ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لمبے قیام والی، میں نے عرض کیا ہجرت کونسی افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تم ان باتوں اور اعمال سے علیحدہ ہو جاؤ جو تمہارے رب کو ناپسند ہوں۔ میں نے عرض کیا: جہاد کونسا بہترین ہے۔ آپ نے فرمایا (اس شخص کا) جس کا گھوڑا بھی کام آ جائے اور اس کا خون بھی بہا دیا جائے۔ میں نے افضل وقت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا آخر شب کا بیت"۔

نماز بندہ مؤمن کیلئے اللہ سے ہم کلامی اور دعا کا ذریعہ ہے۔ نماز کی بہترین صورت حالت قیام میں اللہ تعالیٰ کے کلام کو زیادہ سے زیادہ پڑھا جانا قرار پایا۔ افضل ترین کلام بھی کلام اللہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں ہی سے مخاطبہ ہے۔ اس میں بہترین دعائیں بھی ہیں جن کے ذریعہ سے انسان اپنے رب سے اپنی احتیاجات کا مداوا چاہتا ہے۔ کاش اس کلام کو سمجھ کر اپنی نمازوں میں پڑھنے کی سعادت حاصل ہو جائے تو یہی افضل ترین دعا بھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو سب سے زیادہ عطا کرتا ہے جو قرآن مجید کی تلاوت میں وقت لگائے جس کی افضل ترین صورت نماز میں قرآن کی تلاوت ہے۔ ہجرت کے لغوی معنی بھی کسی سے علیحدگی اختیار کرنا ہے اور شرعی لحاظ سے جب کوئی شخص اللہ کو اپنا مالک تسلیم کر لیتا ہے تو پھر مالک کی ہر ناپسند اور ناراضگی سے اپنے آپ کو بچانا ہی بہترین ہجرت ہے۔ اس کی آخری حد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آدمی کسی جگہ اللہ کی ناپسندیدہ چیزوں سے علیحدگی اختیار کرنے کی سکت نہ پاتا ہو تو پھر اس جگہ کو ہی چھوڑ دے۔

جہاد بھی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کرنے کی جدوجہد اور کشمکش ہی کا نام ہے اور اگر اللہ کی حکمرانی اور فرمانبرداری کے اجتماعی نظام کو قائم کرنے کی راہ میں اس کا مال و متاع اور جان بھی کھپ جائے تو اس سے بڑی اور کوئی سعادت ہو ہی نہیں سکتی کہ اپنے خون سے اللہ کی فرمانبرداری کی گواہی رقم کر دی جائے۔ اللہ تعالیٰ سے مناجات اور تعلق پیدا کرنے کا بہترین وقت تہجد کا وقت ہے جو طلوع فجر سے ڈیڑھ گھنٹے پہلے کا وقت ہے جس وقت اللہ تعالیٰ خود پکارتے ہیں کہ ہے کوئی گناہوں کی معافی مانگنے والا اور ہے کوئی مجھ سے مدد چاہنے والا۔ یہ وقت اپنے نفس کے آرام کی خواہش کو کچلنے اور اسے اللہ کی فرمانبرداری کا خوگر بنانے اور یکسوئی سے اللہ سے مناجات کرنے کا بہترین وقت ہے۔ اللہ ہمیں ان سب اعمال کو اختیار کرنے کی توفیق عطا کرے۔ (آمین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

حافظ عاکف سعید

جناب چیف ایگزیکٹو! آئی ایم ایف کی نہیں ' اللہ کی غلامی اختیار کیجئے!

یہ بات اب کوئی راز نہیں رہی کہ خود کو آزاد سمجھنے والی اور عرصہ دراز سے قرض کی مے پینے کی لت میں مبتلا پاکستانی قوم درحقیقت عالمی مالیاتی اداروں کی بدترین غلامی کے شکنجے میں جکڑی جاچکی ہے۔ چیف ایگزیکٹو پاکستان' جنرل پرویز مشرف جو کم از کم اپنی صاف گوئی کے حوالے سے یقیناً نیک نام ہیں' متعدد مواقع پر اپنی بے بسی اور لاچاری کا اقرار و اعتراف کبھی ڈھکے چھپے اسلوب میں اور کبھی بالکل صاف اور واضح الفاظ میں کرچکے ہیں کہ ہم آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے احکام و فرامین کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہیں۔ سٹیٹ بینک آف پاکستان کے گورنر جناب عشرت حسین کا یہ حالیہ بیان بھی ہماری قومی حمیت و غیرت کے لئے ایک تازیانے سے کم نہیں کہ "عالمی مالیاتی اداروں کی ڈکٹیشن پر عمل کرنا ہماری مجبوری بن گیا ہے۔ موجودہ پالیسی میں تبدیلی ممکن نہیں کیونکہ ہمیں معیشت کو مستحکم کرنا ہے" —— دوسرے لفظوں میں گورنر سٹیٹ بینک غم روزگار میں مبتلا اور ہوشربا مہنگائی کے ہاتھوں زخم خوردہ قوم کو یہ "نوید جانفزا" سنانا چاہتے ہیں کہ عشق کے بہت سے کٹھن امتحانات تو ابھی باقی ہیں۔ آئی ایم ایف کے دباؤ پر تیل کی قیمتوں میں مرحلہ وار اضافے کا سلسلہ ابھی جاری رہے گا۔ سوئی گیس اور بجلی کے نرخوں میں اضافے کا اعلان کسی بھی وقت کیا جاسکے گا' خواہ یہ اعلان مختلف النوع ٹیکسوں اور گرانی کے ہاتھوں بے بس اور لاچار صارفین کے کمزور اعصاب پر بجلی بن کر گرے۔ گویا حکومت یہ تہیہ کئے ہوئے ہے کہ وہ نتائج و عواقب سے بے پرواہ ہو کر عوام کے بنیادی مسائل سے یکسر صرف نظر کرتے ہوئے آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک نامی خون آشام عالمی مالیاتی اداروں (بلکہ درندوں) کی شرائط کو بہرصورت پورا کرتی رہے گی' خواہ عوام کے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑنا پڑے —— یہ ایک صریحاً غیر دانشمندانہ اور بے رحمانہ طرز فکر ہے جسے صرف وہی لوگ درست قرار دے سکتے ہیں جو پاکستان کو پورے طور پر عالمی مالیاتی استعمار اور امریکہ و بھارت کے تابع اور دست نگر دیکھنے کے خواہاں ہیں اور جن کے لئے قومی غیرت و حمیت اور عزت و وقار کا سوال ایک بے معنی اور مہمل سوال ہے۔ ہم آنحضور ﷺ کے فرمان مبارک "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃ" کہ دین تو نام ہی خلوص و خیر خواہی کا ہے' پر عمل کرتے ہوئے جنرل پرویز مشرف اور ان کی حکومتی ٹیم کی خدمت میں چند مخلصانہ گزارشات پیش کرنا چاہتے ہیں۔

پہلی بات جسے اگر "نوشتہ دیوار" کہا جائے تو غلط نہ ہو گا' یہ ہے کہ عالمی مالیاتی اداروں کے دباؤ کے آگے ہتھیار ڈالنے اور عوام کے لئے مسلسل قافیہ حیات تنگ کرتے رہنے کا ایک لازمی منطقی نتیجہ عوام میں حکومت کی مقبولیت کے گراف میں خوفناک کمی کی صورت میں ظاہر ہوچکا ہے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ مقبولیت میں کمی جب ایک انتہا کو پہنچتی ہے تو وہ نفرت میں بدل جاتی ہے۔ اور مقبولیت جب نفرت میں تبدیل ہو جائے تو بڑے بڑے فرعونوں کے تخت عوامی سیلاب کے مقابلے میں ریت کے گھروندوں کی طرح ڈھے جاتے ہیں۔ مصیبت یہ ہے کہ ہم دوسروں کے انجام سے سبق نہیں سیکھتے۔ سابقہ سول حکومتوں نے بھی' خواہ وہ بے نظیر کی ہوں یا نواز شریف کی' عالمی مالیاتی استعمار کے سامنے دست بستہ کھڑے رہنے اور ان کے مطالبات کو پورا کرنے کی خاطر عوام کو کند چھری سے ذبح کرنے کی پالیسی اختیار کی' نتیجہ یہ ہوا کہ عوام کے ووٹوں کی قوت سے تخت نشین ہونے والے' اپنے اقتدار کے ابتدائی سالوں ہی میں عوامی حمایت سے محروم ہو گئے۔ طفل تسلیاں ایک ڈیڑھ سال تک ہی کارگر ثابت ہوتی ہیں' پھر حکومتی دعووں کی قلعی کھل جاتی ہے اور وہ حکومت عوام کے سامنے بے نقاب بلکہ بے لباس ہو جاتی ہے۔ نواز شریف صاحب دو مرتبہ وزارت عظمیٰ کی مسند پر براجمان ہوئے۔ دونوں بار ان کی مقبولیت کا گراف اس تیزی سے گرا کہ وہ اپنی مدتِ حکومت کے نصف تک بھی پہنچ نہیں پائے کہ معزول کر دے گئے۔ دوسری بار کے دورِ اقتدار میں تو نہایت بھاری مینڈیٹ ان کی پشت پر تھا اور مقبولیت کا گراف ساتویں آسمان کو چھو رہا تھا۔ لیکن اڑھائی سال کی قلیل مدت میں مقبولیت کا گراف اس تیزی کے ساتھ نیچے آیا کہ ۱۲/ اکتوبر ۹۹ء کو جب فوج نے اقتدار سنبھالا اور ملک کے "مقبول ترین" وزیر اعظم کو اقتدار سے محروم کر کے پس دیوار زنداں دھکیلا گیا تو نہ کوئی آنکھ روئی اور نہ کسی کے حلق سے کوئی مؤثر صدائے احتجاج برآمد ہوئی!! —— بے نظیر بھٹو نے بھی آئی ایم ایف کی چاکری کا راستہ اختیار کیا اور عوام کو طفل تسلیوں پر ٹرخانے کو ہی کافی سمجھا۔ اپنے دوسرے دورِ اقتدار میں جو قدرے طویل تر تھا' نہ صرف یہ کہ ان کی مقبولیت کا گراف خوفناک حد تک نیچے گرا بلکہ وہ باقاعدہ نفرت کا "سمبل" بن گئیں اور ان کا وجود پاکستانی عوام کے لئے ناقابل برداشت ہو گیا۔ چنانچہ تین سال اقتدار کے مزے لوٹنے کے بعد جب انہیں زبردستی اقتدار سے معزول کیا گیا تو ان کی اپنی پارٹی کے ورکرز نے بھی اطمینان کا سانس لیا —— بدقسمتی سے موجودہ حکومت بھی ملکی ترقی کے حوالے سے اپنے نیک عزائم کے بار بار اظہار اور اپنے خلوص کی تمام تر یقین دہانیوں کے باوجود آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی چاکری کی راہ پر گامزن ہے اور نہایت بے رحمانہ انداز میں عوام کا تیل نکالنے پر تلی ہوئی ہے۔ سوا سال قبل جب جنرل پرویز مشرف نے عنان حکومت سنبھالی تھی تو عوامی سطح پر یقیناً انہیں خوش آمدید کہا گیا تھا اور عوام نے فوجی حکومت کو ہی اپنے دکھوں کا مداوا سمجھ لیا تھا' لیکن اب ایک اندھا بھی یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ موجودہ حکومت کی مقبولیت کا تشویشناک حد تک گر چکا ہے۔ حکومت نے اگر اپنے طرزِ فکر و عمل میں کوئی انقلابی نوعیت کی تبدیلی پیدا نہ کی تو کوئی دیر کی بات ہے کہ وہ بھی عوام میں نفرت کا سمبل بن جائے گی۔ حد درجہ تشویشناک بات یہ ہے کہ یہ نفرت فوج کے صرف اُن چند افراد تک محدود نہیں رہے گی جن کے ہاتھوں میں ملک و قوم کی زمام کار ہے بلکہ اندیشہ ہے کہ فوج ایک ادارے کی حیثیت سے عوامی نفرت کی لپیٹ میں آئے گی اور ملک و قوم کی سلامتی اور مستقبل کے نقطۂ نگاہ سے یہ بہت ہی خوفناک معاملہ ہو گا۔ اعاذنا اللہ من ذلک!

دوسری بات جس کی جانب حکومت کو توجہ دلانا ہم اپنا اخلاقی فرض سمجھتے ہیں' معیشت کے استحکام کے بارے میں ہے۔ یہ سمجھنا کہ آئی ایم ایف کی

ڈکٹیشن پر عمل کر کے ہم اپنی معیشت کو مستحکم بنالیں گے' نری خام خیالی اور کوتاہ فہمی کا مظہر ہے۔ اعداد و شمار اس حقیقت کے گواہ ہیں کہ دنیا کے جن ممالک کو آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک نے قرضے فراہم کئے اور اپنی ہدایات اور شرائط کاپابند بنایا ان کی معیشت ہمیشہ رُوبہ زوال ہی رہی۔ ہم اگر اپنی گزشتہ دس سالہ تاریخ پر نظر دوڑائیں تو صاف نظر آئے گا کہ اس عرصے کے دوران ہم انہی عالمی مالیاتی اداروں کی زلف گرہ گیر کے اسیر رہے اور ہماری تمام نام نہاد جمہوری حکومتیں انہی کے تابع رہیں' جس کا نتیجہ ہمیں معاشی موت کی صورت میں ملا اور آج ہم پورے طور پر ان کی غلامی کے شکنجے میں جکڑے جا چکے ہیں۔ ہم ایک منحوس چکر کی لپیٹ میں ہیں۔ عالمی مالیاتی استعمار ہمیں زبردستی ایک ایسے ٹریک پر ڈال رہا ہے کہ جس پر آگے بڑھتے رہنا خود اپنے آپ کو مزید جکڑ بندی اور شکنجے میں کسنے کا موجب بن رہا ہے۔ اور ہم ذوقِ نخچیری کا شکار ہوکر خود اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت کا سامان کر رہے ہیں۔ اس منحوس چکر سے نکلنے کے لئے "ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں" کے مصداق جرأت و ہمت رندانہ سے کام لے کر اِس عالمی مالیاتی استعمار کے خلاف کھلم کھلا اعلان بغاوت کرنا ہوگا۔ ان کی ہر ڈکٹیشن کو واپس انہی کے منہ پر مارنے اور سود کی ادائگی سے دوٹوک انکار کرنے کے سوا ہمارے پاس اور کوئی چارۂ کار نہیں۔ آج نہیں تو کل' یہ کڑوا گھونٹ بہرکیف ہمیں نگلنا ہوگا۔ اس میں معمولی تاخیر بھی "خرابی بسیار" ہی کا موجب ہوگی۔ عالمی استعماری طاقتوں کے خلاف اعلان بغاوت بلند کرنے کے ساتھ ہی شریعت و نظامِ اسلامی کے نفاذ کے ذریعے ہمیں اللہ کی نصرت و تائید حاصل کرنا ہوگی۔ ہمیں آئی ایم ایف کی غلامی سے نکل کر اپنے خالق و مالک کی غلامی کا راستہ اختیار کرنا ہوگا ؎

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

بصورتِ دیگر ہم ملکی و قومی سطح پر اجتماعی خودکشی کے جس راستے پر گامزن ہیں اس کے منطقی انجام سے بچانے والا ہمیں کوئی نہ ہوگا! —— ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں۔

یاد رکھئے کہ معیشت کے استحکام ہی نہیں' خود پاکستان کے بقاء و استحکام کا راز بھی صرف اور صرف دین حق کے کامل نفاذ میں مضمر ہے۔ یہ مملکت خداداد پاکستان' اسلام کے نام پر وجود میں آئی تھی۔ اس ملک کی ۵۴ سالہ تاریخ گواہ ہے کہ تمام دیگر نظام' اللہ نے اس ملک کے لئے اسی طرح حرام کر دیئے ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر شیر خوارگی کے زمانے میں' جب فرعون کی بیوی نے انہیں گود لینے کا فیصلہ کیا' اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت و قدرت سے تمام دایاؤں کا دودھ ان پر حرام کر دیا تھا اور اس طرح بالآخر اللہ نے انہیں اپنی ماں کی گود تک پہنچا دیا۔ پاکستان کو آج تک کوئی نظام راس نہیں آسکا۔ نہ مارشل لاء' نہ آمریت اور نہ جمہوریت۔ سیدھی سی بات ہے کہ اس کے استحکام ہی نہیں بقاء کا معاملہ بھی پورے طور پر اسلام کے اس عادلانہ و منصفانہ اجتماعی نظام کے قیام کے ساتھ وابستہ ہے جس کا جامع عنوان ہے **خلافت**۔ اور ہمیں خواہی نہ خواہی اسی کے دامن میں پناہ لینا ہوگی اور اسی منزل کی طرف پیش قدمی کرنا ہوگی جسے اللہ نے پاکستان کا مقدر ٹھہرایا ہے۔○○

☆ ☆ ☆

حسن انتخاب

داعی تحریک خلافت پاکستان مولانا عبدالستار خان نیازی کے مرتب کردہ

مسودۂ آئین خلافت پاکستان کا "دیباچہ"

یہ مسودہ مولانا نیازی نے جولائی ۱۹۵۵ء میں ڈھاکہ میں منعقدہ اسلامک سمپوزیم بعنوان "اسلامی اقدار کا نفاذ" کے موقع پر پیش فرمایا تھا

پاکستان کا قیام دو قومی نظریہ کی بناء پر ہوا تھا۔ دو قوم کے نظریہ کی بنیاد سوائے اسلام کے اور کچھ نہ تھی اور نہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس قدر اسلام کو پاکستان کا ضابطہ حیات بنانے میں تامل یا تاخیر ہوتی ہے' اتنا ہی پاکستان کی سالمیت' اتحاد اور استحکام میں خلل پیدا ہوتا ہے۔ جب قوم کی توجہ اسلام سے ہٹائی جاتی ہے تو سوائے صوبہ پرستی' ذاتیات' پارٹی بازی یا اشتراکیت اور تخریبی تصادم کے دوسرا کوئی نصب العین سامنے نہیں رہتا۔ غرض اسلام سے جدا ہو کر خود پاکستان میں بھی انتشار پیدا ہوتا ہے اور اس کے دوستوں کے کام آنے کی استعداد بھی ضائع ہو جاتی ہے۔ آج کل تمام مسلمان ممالک کے تعلیم یافتہ اور ملازمت پیشہ طبقات میں ایسے افراد کی خاصی تعداد پیدا ہو چکی ہے جو خلوص سے یہی سمجھتے ہیں کہ اسلام کے ماتحت عہد حاضر کے تقاضے پورے کرنے والا کوئی دستور حکومت بنانا ممکن نہیں۔ عام انسانی کوشش دینی امور میں بھی خطاونسیان سے مبرا نہیں ہوتی۔ یہ مسودہ پیش کرنے سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ جو بزرگ ہماری نسبت یہ کام بہتر طور پر انجام دینے کی استعداد رکھتے ہیں انہیں ہماری غلطیاں درست کرنے کی جانب توجہ ہو۔

خلافت راشدہ سے لے کر بنوامیہ' بنو عباس' بنو فاطمہ اور پھر بنو عثمان کے عہد تک اسلامی دستور جن مختلف مراحل سے گزرا ان میں ایک اصولی یکجہتی مفقود نہ تھی' برصغیر ہندو پاک میں فتاویٰ تاتارخانیہ اور فتاویٰ عالمگیری بھی اسی نقش کے پرتو تھے۔ یہ ٹھیک ہے کہ گاہے گاہے خطائیں بھی سرزد ہوئیں اور کبھی تلبیس بھی ہوتی رہی' لیکن اگر فرانس' برطانیہ اور امریکہ اپنی دستوری زندگی کی تفصیل اور تاریخ میں غیر جمہوری آثار کی موجودگی کے باوصف جمہوری ریاستیں کہلا سکتی ہیں' اور چین اور روس کیمونزم کی تعبیر و تاویل میں باہمی تفاوت کے باوجود کیمونسٹ ریاستیں ہیں' تو کوئی وجہ نہیں کہ اسلامی حکومتوں کی تاریخ میں اسلام سے کم و بیش تجاوز ہمیں اسلامی دستور حکومت کے بنیادی تسلسل کے متعلق کسی غلط فہمی میں مبتلا کر دے۔ آج اسلام کی سیاسی ہیئت تشکیل کی دریافت اور نفاذ کا مسئلہ صرف پاکستان نہیں بلکہ تمام اسلامی ممالک' اقوام اور ریاستوں کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ اسلام کو تو کوئی خطرہ نہ کبھی لاحق ہوا' نہ اب ہے۔ وہ تو پہلے بھی ایک مسلمان قوم کے زوال بلکہ تباہی کے باوجود کسی دوسری قوم کو عروج پر لاکر زندہ رہا لیکن اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کی موجودہ نسل کو واقعی اتنے ہی بڑے خطرات درپیش ہیں جتنا کہ برتری حاصل کرنے کا موقع حاصل ہے۔ خود مسلمانوں اور اسلام کے جو دوست عالم اسلام میں استقامت کے خواہاں ہیں' ان سب کا فرض ہے کہ اس مسئلہ پر اولین توجہ دیں۔ کچھ عرصہ سے پاکستان میں "قابو یافتہ جمہوریت" نافذ کرنے کے چرچے ہو رہے ہیں لیکن یہ بھی اسی صورت میں ممکن ہے جب پہلے جمہوریت کا ایک باقاعدہ نظام اختیار کیا جائے۔ پھر اسے قابو میں رکھنے کے لئے ایک ادارہ ہو اور قابو کی بنیاد بھی تو کسی اصول پر ہونی چاہئے۔

تجزیہ

افغانستان پر اقتصادی پابندیاں اور پاکستان

تجزیہ نگار کے نقطہ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

ندائے خلافت کے گزشتہ شمارے میں راقم نے اپنے کالم میں اقوام متحدہ کی افغانستان پر ناروا پابندیوں کا ذکر کیا تھا اور سلامتی کونسل کی اس قرارداد کا بھی جائزہ لیا تھا جو ان پابندیوں کے عملی نفاذ کے لئے منظور کی گئی تھی۔ یہ قرارداد پندرہ میں سے تیرہ ووٹوں سے منظور ہوئی صرف چین اور ملائیشیا غیر حاضر رہے۔ چین مستقل اور ملائیشیا عارضی رکن ہے چین کے پاس ویٹو کا حق تھا جو بہرحال اس نے استعمال نہیں کیا۔ اس ساری کارروائی کا ماسٹر مائنڈ امریکہ تھا۔ اس قرارداد میں ایک شخص (اسامہ بن لادن) پر تو متعین طور پر الزام لگایا گیا ہے۔ لیکن طالبان پر اسامہ کو

افغانستان پر یو این او کی پابندیوں

کا اصل ہدف پاکستان ہے

پناہ دینے کے علاوہ کوئی متعین الزام کا نہیں ہے۔ درحقیقت امریکہ ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتا ہے اس کا ایک ہدف تو وہ اسلامی تہذیب ہے جس کی نشاندہی بار بار امریکہ اور یورپ کا دانشور کر رہا ہے یا وہ تھنک ٹینک کر رہے ہیں جو ترتیب ہی اس لئے دیئے گئے ہیں کہ وہ باہمی سوچ و بچار کے بعد حکمرانوں کو مشورے دیں کہ مستقبل میں بھی سپر پاور کی حیثیت سے دنیا کو کس طرح زیر کیا جا سکتا ہے اور آنے والے وقت میں کون سی مخالف قوتیں ہیں جن کا ان کے مدمقابل آنے کا امکان ہے۔ دوسرا ہدف یہ ہے کہ تیل پیدا کرنے والے علاقوں میں (مشرق وسطیٰ) امریکہ اور یورپ کا جو قابل اعتماد حلیف موجود ہے' اس کی سالمیت اور وجود کے محافظ وہ خود ہوں تاکہ عرب بھی تیل کو بطور ہتھیار استعمال کر کے امریکہ اور یورپ کی معیشت پر کاری ضرب نہ لگا سکیں۔ لہٰذا اسرائیل کے تحفظ کو یقینی بنانا اور دنیا بھر میں اس کی سیکیورٹی کو جو ممکنہ خطرات لاحق ہو سکتے ہیں ان کا مکمل خاتمہ کرنا خود امریکہ اینڈ کمپنی کے مفاد کے عین مطابق ہے۔ تیل کی دولت سے مالا مال مشرق وسطیٰ کے یہ تمام ممالک چونکہ مسلمان ممالک ہیں۔ لہٰذا یہ دونوں اہداف اس طرح ایک ہی ہدف میں مدغم ہو جاتے ہیں یعنی اسلام کو کسی بھی سطح پر ابھرنے نہ دیا جائے۔ امریکہ کے بارے میں اگرچہ عرب ممالک کا رویہ شروع ہی سے مدافعانہ اور معذرت خواہانہ رہا ہے لیکن ۱۹۶۷ء کی جنگ میں ذلت آمیز شکست اور ۱۹۷۳ء کی جنگ میں امریکہ کی عملی شرکت کے بعد عرب امریکہ کے آگے مکمل طور پر سپر انداز ہو گئے۔ ۱۹۹۰ء میں خلیج کی جنگ کو امریکہ نے اپنی عسکری موجودگی کا بہانہ بنا لیا' اب ہر حکمران اپنے اقتدار کا انحصار امریکہ کی خوشنودی میں سمجھتا ہے۔ لہٰذا امریکہ علاقے میں معاملات کو ڈکٹیٹ کرتا ہے۔ عالم اسلام میں ایران اور افغانستان دو ایسے ممالک ہیں' جو امریکی حاکمیت کو کسی بھی سطح پر قبول کرنے کو تیار نہیں۔ ایران میں بادشاہت کے خاتمے اور تھیوکریسی نظام کے قیام کے بعد امریکہ اور ایران کے درمیان دشمنی قائم ہو گئی تھی لیکن ایران میں اعتدال پسندوں کے اقتدار میں آنے سے دونوں ممالک کے تعلقات قدرے بہتر ہوئے ہیں اور امریکہ کو اب اسلام کے حوالے سے ایرانی حکومت سے کوئی خاص تشویش نہیں ہے۔ افغانستان نے

ابوالحسن

امریکہ کی ہر قسم کی دھمکی کو مسترد کر کے اس کی دی ہوئی لائن پر چلنے سے صاف انکار کر دیا ہے اور وہ اسلامی نظام کے نفاذ کی طرف پیش رفت جاری رکھے ہوئے ہیں۔ امریکہ افغانستان سے اس بات پر بھی شدید ناراض ہے کہ وہ دنیا بھر میں اسلامی تحریکوں سے یکجہتی کا اظہار کرتا ہے اور کشمیر و چیچنیا میں مسلمان مجاہدین کی عملی مدد کرتا ہے۔ افغانستان نے اسامہ بن لادن کو امریکہ کے حوالہ کرنے سے صاف انکار کر دیا ہے اور امریکہ سے اسامہ کے دہشت گرد ہونے کے ثبوت مانگے ہیں جس پر امریکہ غضبناک ہو رہا ہے۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے یہاں عوام میں امریکہ کے خلاف بڑی نفرت پائی جاتی ہے خصوصاً اسلامی تحریکیں امریکہ کو بڑے کوسنے دیتی ہیں جبکہ پاکستان کے حکمران امریکہ کو اپنے اقتدار کی ناؤ کا ناخدا سمجھتے ہیں لیکن ذوالفقار علی بھٹو' ضیاء الحق اور غلام اسحاق خان کو اللہ جزائے خیر عطا فرمائے ان تینوں حکمرانوں نے ایٹمی صلاحیت کے معاملے میں امریکہ کی ایک نہیں سنی۔ البتہ بے نظیر اور نواز شریف دور میں ایٹمی معاملات کو مکمل طور پر فوج نے اپنی تحویل میں لے لیا۔ بے نظیر دور میں تو یہ لطیفہ بھی ہوا کہ وقت کی وزیراعظم کو فوج نے کہوٹہ کا دورہ کرانے سے انکار کر دیا۔ نواز شریف بھی امریکی ناراضگی کا تصور نہیں کر سکتے تھے فوج ہی نے انہیں ایٹمی دھماکہ کرنے پر مجبور کیا۔ فوج کی مجبوری یہ ہے کہ وہ روایتی ہتھیاروں میں اپنے روایتی دشمن بھارت سے بہت پیچھے رہ گئی ہے لہٰذا وہ سمجھتی ہے کہ امریکہ کے کہنے پر ایٹمی صلاحیت سے دستبردار ہونا خود کو ایسی جنگ میں جھونکنے کے مترادف ہے جو جیتی نہیں جا سکتی۔ لہٰذا ایٹمی صلاحیت ہر قیمت پر برقرار رکھنا فوج کی مجبوری ہے۔ چنانچہ پاکستانی حکمرانوں کی اصل تصویر کچھ یوں بنتی ہے کہ وہ امریکہ کے سامنے سجدے میں پڑے ہوئے ہیں لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ رہے ہیں سر ایٹمی صلاحیت کو رول بیک کرنے کے سوا کچھ اور حکم دیں' ہم آپ کا ہر حکم بجا لائیں گے۔ اور امریکہ کا حال یہ ہے کہ اسے یہ شدید خطرہ ہے کہ پاکستان اپنی اس صلاحیت کو کہیں عرب ممالک کو منتقل نہ کر دے۔ اور اس کے لاڈلے اور محبوب ملک اسرائیل کی سلامتی خطرہ میں نہ پڑ جائے۔ لہٰذا ایٹمی صلاحیت رول بیک کرنے کے لئے وہ پاکستان کو ترغیبات اور لالچ بھی دے رہا ہے اور دھمکیوں سے بھی کام لے رہا ہے۔ وہ ایٹمی صلاحیت رول بیک کرنے کے عوض پاکستان کے تمام ولدر دور کرنے پر تیار ہے۔

۱۹۹۸ء میں جب ایک رات بھارت اور اسرائیل نے بیک وقت پاکستان پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا تھا لیکن مخبری ہونے پر جب پاکستان نے دھمکی دی کہ وہ بھارت

افغانستان نے امریکہ کی ہر دھمکی کو مسترد کر کے

اسلام کی جانب پیش رفت جاری رکھی ہوئی ہے

کے کئی شہر تباہ کر دے گا اور اسرائیل کو مکمل طور پر نیست و نابود کر دے گا تو یہ حملہ ٹل گیا۔ اس واقعہ کے بعد امریکہ پاکستان کو اقتصادی طور پر تباہ کرنے کے درپے ہے شاید وہ یہ سمجھتا ہے کہ اقتصادی طور پر دیوالیہ ہونے سے اور ملک

میں بھوک و افلاس مسلط ہونے کے خوف سے پاکستان ایٹمی صلاحیت رول بیک کرنے پر تیار ہو جائے گا۔

یہ تمام گزارشات بیان کرنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ امریکہ نے یو این او کے ذریعے جو افغانستان پر پابندیاں لگائی ہیں اس سے وہ دہرا فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ اولاً یہ کہ افغانستان میں اسلامائزیشن کے عمل کو زک پہنچائی جائے اور ثانیاً یہ کہ پاکستان جو اقتصادی طور پر تباہی کے کنارے ہے اس کی معیشت پر افغان مہاجروں کا بوجھ لاد کر اسے معاشی طور پر اس قدر معذور کر دیا جائے کہ ایٹمی صلاحیت کو برقرار رکھنے کی اس کی مزاحمت دم توڑ دے۔

یو این او نے یہ پابندیاں صرف افغانستان کے طالبان پر لگائی ہیں۔ احمد شاہ مسعود کے شمالی اتحاد پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں۔ روس اسے اسلحہ بھی پہنچ رہا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ افغان عوام 'پابندیوں کی وجہ سے طالبان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور شمالی اتحاد کے لئے طالبان کے خلاف فوجی کارروائی میں آسانی پیدا ہو جائے۔ وہ سمجھتا ہے اور درست سمجھتا ہے کہ اگر شمالی اتحاد افغانستان پر قابض ہو جائے تو افغانستان میں اسلامائزیشن کا عمل رک جائے گا اور اگر طالبان کامیاب رہے تو اسلامائزیشن کا عمل پاکستان اور

> **امریکہ پابندیوں سے افغانستان میں**
> **اسلامائزیشن کو روکنا اور پاکستان کو**
> **اقتصادی طور پر تباہ کرنا چاہتا ہے**

دوسرے قریبی ممالک میں ایکسپورٹ ہو سکتا ہے اور کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ علاقہ میں اسلامی بلاک وجود میں آجائے جس سے امریکی مفادات کو شدید ترین نقصان پہنچ سکتا ہے۔ لہٰذا وہ افغانستان میں اسلامائزیشن کے عمل اور پاکستان کی ایٹمی صلاحیت اپنے لئے خطرہ سمجھتا ہے اور نہیں ختم کرنا چاہتا ہے۔ اپنے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے وہ ہماری طرح خالی خولی نعروں سے کام نہیں لے رہا۔ چین جس کی خارجہ پالیسی کا کارنر سٹون مسلمان ممالک سے اچھے تعلقات قائم کرنا ہے اور اس نے ہمیشہ متوازن پالیسی اختیار کی ہے' امریکہ نے باقاعدہ منصوبہ بندی کر کے اسلامی دہشت گردی سے چین کو خوفزدہ کیا ہے۔ ایک اطلاع کے مطابق خود چینی صوبے سنکیانگ میں مسلم علیحدگی پسندوں کی حوصلہ افزائی کی ہے تاکہ چین جنوبی ایشیا میں بڑھتی ہوئی دہشت گردی کو اپنے لئے بھی خطرہ سمجھے۔ اگرچہ امریکہ چین کو آنے والے وقت کے لئے خطرہ سمجھتا ہے لیکن پھر بھی اسے وقتی طور پر رام کرنے کے لئے اقتصادی طور پر بہت بڑے فائدے پہنچا رہا ہے اور اسے most favourite country قرار دیا ہوا ہے۔ امریکہ نے روس کو بھی یہ یقین دلایا ہے کہ افغانستان جو پہلے ہی اس کی شکست و ریخت کا باعث بنا ہے سنٹرل ایشیا میں اس کے مفادات کو شدید نقصان پہنچا سکتا ہے۔ وہ چیچنیا میں ڈبل گیم کھیل رہا ہے اور سارا ملبہ افغانستان پر ڈال رہا ہے۔ وہ بھارت کو بھی یقین دلا رہا ہے کہ کشمیر کے مجاہدین افغانستان سے تربیت حاصل کرتے ہیں۔ بہرحال وہ خلیج کی جنگ کے بعد مسلسل یہ حکمت عملی اختیار کر رہا ہے کہ اپنے مفادات کے حصول کے لئے یو این او کے کندھے استعمال کرو اور دوسرے ممالک کو بھی دھونس دھاندلی اور لالچ سے اپنے ساتھ ملالو۔

ہمارے لئے اصل سوال یہ ہے کہ ہم اس صورت حال میں کیا جوابی لائحہ عمل اختیار کریں کہ مسئلہ کا کوئی باوقار حل نکل سکے' ہم خواہ مخواہ کے تصادم سے بھی بچ سکیں اور اسلامائزیشن کا عمل اس خطہ میں ایک اسلامی بلاک کے قیام کی بنیاد بھی بنے اور پاکستان کی ایٹمی صلاحیت اس اسلامی بلاک کا اثاثہ بن سکے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ہمیں مندرجہ ذیل اقدام کرنا چاہئیں۔

۱) دہشت گردی کے بارے میں چین کی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے

۲) بھارت سے براہ راست مذاکرات کئے جائیں اور جس قدر ممکن ہو مسئلہ کشمیر پر اپنے موقف میں لچک پیدا کریں تاکہ تعلقات نارمل قائم ہو سکیں۔

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

خلافت

—— نجیب صدیقی ——

خلافت کا پرچار ہو کر رہے گا
یہ اظہار سو بار ہو کر رہے گا
خلافت مقدر ہے اس سرزمین پر
یہ شدنی ہے ' سرکار ' ہو کر رہے گا
سجاؤ سجاؤ صلیبوں کے بازار
مگر یہ تو اک بار ' ہو کر رہے گا
بٹھاؤ بٹھاؤ زبانوں پہ پہرے
مگر پھر بھی اظہار ہو کر رہے گا
ستم ہے مسلماں ' خلافت کے دشمن
منافق سے پیکار ہو کر رہے گا
سلاطین مشرق و مغرب یہ سن لیں
قیامت کا دربار ہو کر رہے گا
تمہاری قبائیں سلامت نہ ہوں گی
یہ منظر سر دار ہو کر رہے گا
یہ جھوٹے خداؤں کا ظلمت کدہ ہے
منور یہ سنسار ہو کر رہے گا

عصرِ حاضر میں نظامِ خلافت کے خدوخال

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی کتاب "پاکستان میں نظامِ خلافت' کیا' کیوں اور کیسے؟" سے اقتباس

آج ایک بار پھر نظامِ خلافت کے قیام کا چرچا ہے۔ اِن حالات میں ہمارے لئے سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ نظامِ خلافت کیا تھا جو محمد عربی ﷺ کے ذریعے قائم ہوا؟ ہم صرف لفظ "خلافت" ہی کی تکرار کرتے رہیں اور نظامِ خلافت کی وضاحت نہ ہو تو ظاہر بات ہے کہ معاملہ آگے نہیں بڑھ سکے گا۔ ہمیں دنیا کے سامنے واضح کرنا ہوگا کہ وہ نظامِ خلافت ہے کیا جو ہمارے پیش نظر ہے۔ پھر اس میں روحِ عصر کے تقاضوں کو بھی شامل کرنا ہوگا' اس لئے کہ حالات میں بڑی تبدیلی واقع ہو چکی ہے۔ اب جہاں یہ ضروری ہے کہ روحِ دین برقرار رہے اور روحِ خلافت بھی قائم رہے' وہاں یہ لازم ہے کہ عصرِ حاضر کے تقاضے بھی اس کے اندر سمودیئے جائیں۔ لہٰذا آیئے درج ذیل دس نکات کی شکل میں سمجھنے کی کوشش کریں کہ خلافت راشدہ کا دورِ اوّلین کیا تھا! اب اس نظام کی کیا شکل ہوگی؟

اللہ کی حاکمیت اور قرآن وسنت کی بالادستی کا نظامِ خلافت کا پہلا نکتہ ہے

(۱) اللہ کی حاکمیت اور قرآن وسنّت کی بالادستی

سب سے پہلا نکتہ دراصل نظامِ خلافت کا اصل تقاضا ہے' یعنی یہ طے کر دیا جائے کہ حاکمیت کا اختیار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ اس کے برعکس جمہوریت اس اعتبار سے ایک معلون نظام ہے کہ اس میں حاکمیت کا اختیار عوام کو حاصل ہوتا ہے اور یہی چیز کفر ہے' شرک ہے' اس لئے کہ ؎

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

اس سے پہلے جمہوریت کے ساتھ اسلام کا لاحقہ لگا کر ہم اسے اسلامی جمہوریت کہتے رہے ہیں' لیکن جمہوریت میں عوام کی حاکمیت کا بیج اتنا گہرا پڑا ہوا ہے کہ اسے نکالنے کی لاکھ کوشش کریں لیکن پھر بھی نہیں نکلتا۔ الحمدللہ اس قراردادِ مقاصد کی شکل میں ہمارے آئین میں خدا کی حاکمیت کو تسلیم کر لیا گیا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کی حاکمیت کی عملی صورت کیا ہو؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں عملاً تو موجود نہیں۔ اگرچہ وہ ہر جگہ موجود ہے لیکن درمیان میں غیب کا پردہ حائل ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا نفاذ درحقیقت کتاب و سنّت کی غیر مشروط اور بلااستثناء بالادستی کے ذریعے ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ دستور میں اگر کتاب و سنّت کی بالادستی طے کر دی جائے تو اس طرح اللہ کی حاکمیت کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے۔ آئین میں کتاب و سنّت کی بالادستی طے کر دی جائے تو یہ معاملہ اعلیٰ عدالتوں کے ذریعے طے ہوتا رہے گا کہ کون سا قانون یا ضابطہ خلافِ اسلام ہے اور کون سا نہیں۔ یہ اختیار اسمبلی کے ممبران کو بھی نہیں دیا جا سکتا' کیونکہ ان کی عظیم اکثریت اَن پڑھ ہوتی ہے اور جو لوگ پڑھے لکھے ہیں' تعلیم یافتہ ہیں۔ وہ بھی مغربی تعلیم سے آراستہ ہیں' انہیں دین کا علم حاصل نہیں۔ چنانچہ یہ کام عدالت ہی کر سکتی ہے۔ وہاں علماء بھی اپنے دلائل پیش کریں' دانشور حضرات بھی اپنی بات رکھیں' اس لئے کہ عدالت کی فضا تو سیاسی جلسے سے بہت مختلف ہوتی ہے' عدالت اَن پڑھ لوگوں کی پارلیمنٹ نہیں ہوتی۔

(۲) خلیفہ کا براہِ راست انتخاب

خلافت راشدہ کے عہد میں خلافت کا منصب مسلمانوں کے باہمی مشورے سے پُر کیا جاتا تھا۔ اس ضمن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ مسند احمد رحمۃ اللہ علیہ میں بھی موجود ہے اور اسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ ایک موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب یہ اطلاع ملی کہ کچھ لوگ اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں کہ اگر کسی وقت اچانک عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو جائے تو اس صورت میں ہم فوراً فلاں شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حوالے سے مدینہ میں ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا: "لوگو! میں تمہیں ان لوگوں کی سازش سے خبردار کرنا چاہتا ہوں جو تمہیں تمہارے حق سے محروم کرنا چاہتے ہیں' اس لئے کہ خلیفہ کا انتخاب مسلمانوں کے باہمی مشورے سے ہی ہو سکتا ہے۔ اگر خلیفہ کے منصب کے لئے کسی شخص کی اچانک بیعت کر لی گئی تو وہ بیعت بیعت ہی نہیں ہوگی۔" صحیح بخاری میں تو الفاظ یہ بھی ہیں کہ "جس کی بیعت کی گئی نہ اس کی کوئی حیثیت ہوگی اور نہ بیعت کرنے والے کی بیعت کی" ــــــ ایسے سب کے سب لوگ نااہل ہو جائیں گے۔ خلافت کا منصب اگر مِنْ غَیْرِ مَشْوَرَۃِ الْمُسْلِمِین (مسلمانوں کے مشورے کے بغیر) طے ہوا ہو تو ایسا فعل خلافِ اسلام ہوگا۔

یہ بات بھی سمجھ لیجئے کہ اس وقت آج کی طرح بیلٹ بکس نہ تھے' انتخابات کا باقاعدہ نظام بھی موجود نہ تھا' تاہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین ایک درجہ بندی قائم تھی۔ اصحابِ بدر بھی معین تھے' عشرہ مبشرہ بھی معلوم و معروف تھے اور بیعت رضوان کے حوالے سے اصحابِ شجرہ بھی موجود تھے۔ اب اس طرح کی درجہ بندی موجود نہیں ہے۔ اسی طرح وہاں قبائلی نظام رائج تھا اور اس نظام میں ایک ایک آدمی سے رائے نہیں لی جاتی تھی' لیکن آج تمام مسلمان ایک ہی حیثیت کے مالک ہیں۔ اب تو مسلمانوں کے باہمی مشورے کی ایک ہی شکل ہے کہ خلیفہ کے براہِ راست انتخاب کے لئے تمام مسلمان' مرد بھی اور عورتیں بھی' اپنا ووٹ استعمال کریں اور اکثریتی ووٹ حاصل کرنے والا شخص خلیفہ کے منصب کا اہل ہو۔ اگرچہ بعض حضرات کا یہ موقف بھی سامنے آیا ہے کہ ووٹ دینے کا حق صرف اہل تقویٰ کو حاصل ہونا چاہئے' ووٹ دینے والا کم از کم نماز کا تو پابند ہو' لیکن آج کے دَور میں اس طرح کی سب باتیں غلط ہیں' اس لئے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو ہمیشہ کے لئے طے کر دیا کہ "اَلْمُسْلِمُ کُفُوٌ لِکُلِّ مُسْلِمٍ" یعنی مسلم فاسق ہو یا متقی ہو' دونوں کے قانونی حقوق یکساں ہوں گے۔

نظامِ خلافت میں غیر مسلموں کو ہر اعتبار سے تحفظ حاصل ہوگا مگر وہ شوریٰ کے رکن نہیں بن سکتے

(۳) مخلوط قومیت کی نفی اور غیر مسلموں کے حقوق

خلافت کے نظام میں اگلی بات غیر مسلموں کی حیثیت سے متعلق ہے۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلم برابر کا شہری

نہیں ہو سکتا' غیر مسلم ذمی ہو گا۔ ہمارے یہاں تو عجیب و غریب تماشے ہوتے رہے ہیں۔ ضیاء الحق نے مجلس شوریٰ بنائی تو اس میں مسلمان تو تھے ہی' ان کے ساتھ ساتھ ہندو' عیسائی اور پارسی بھی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ کیا ایسے ایوان کو مجلس شوریٰ کا نام دیا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! میں بھی غلطی سے اس شوریٰ کا رکن بن گیا تھا لیکن صرف دو مہینے کے بعد ہی میں نے اسے چھوڑ دیا۔ خلافت کے نظام میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ البتہ غیر مسلم رعایا کو ہر طرح کا تحفظ حاصل ہو گا۔ ان کی جان' عزت' آبرو اور مال کی حفاظت کی ذمہ دار اسلامی ریاست ہو گی اور اسی حوالے سے اسلامی ریاست کے غیر مسلم باشندوں کو "ذمی" کہا جاتا ہے۔ غیر مسلم رعایا کی جان بھی اتنی ہی محترم ہو گی جتنی کسی مسلمان کی محترم ہوتی ہے۔ ان کی عزت و آبرو بھی اتنی ہی محترم ہے جتنی کسی مسلمان کی' ان کی جائیداد کی حفاظت کا اتنا ہی اہتمام ہو گا جتنا کسی مسلمان کی جائیداد کا اہتمام ہو گا۔ انہیں عقیدہ و عبادت کی مکمل آزادی حاصل رہے گی' ان کی عبادت گاہیں اتنی ہی مقدس اور محترم ہوں گی جتنی خود مسلمانوں کی مسجدیں سمجھی جاتی ہیں۔ انہیں اپنے مذہب کی تبلیغ اپنی آئندہ نسلوں اور اپنی ہم عقیدہ قوم میں کرنے کا حق حاصل ہو گا' البتہ یہ لوگ مسلمانوں میں اپنے مذہب کی تبلیغ نہیں کر سکیں گے۔

اسلامی ریاست میں کوئی غیر مسلم رعایا برابر کے شہری کی حیثیت نہیں رکھتی' لہٰذا خلیفہ کے انتخاب میں یہ لوگ رائے دینے کے مجاز نہ ہوں گے۔ ایسے لوگ نہ تو مجلس شوریٰ کے رکن بن سکیں گے اور نہ اراکین شوریٰ کے انتخاب میں ووٹ دینے کے اہل ہوں گے۔ تکنیکی نوعیت کی ملازمتوں میں ان لوگوں کے لئے راستہ کھلا ہو گا۔ ایسے لوگوں سے ﴿يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ﴾ کے مصداق جزیہ لیا جائے گا۔ "جزیہ" کوئی گالی نہیں ہے بلکہ قرآنی اصطلاح ہے۔ جزیہ کا لفظ جزا سے بنا ہے جبکہ ذمی ذمہ سے بنا ہے۔

④ نظام صلوٰۃ کا قیام

چوتھی چیز نماز کے نظام کا قیام ہے۔ آپ کہیں گے کہ نماز کا نظام تو اب بھی قائم ہے۔ تو حقیقت یہ ہے کہ اس وقت نماز کا نظام قائم نہیں ہے۔ اس لئے کہ اسلام میں دوئی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ خود مسجد نبویؐ کے خطیب اور امام بھی تھے اور یہی معاملہ خلفاءِ راشدین کا ہے۔ اسی طرح درجہ بدرجہ تمام عامل (گورنر' کمشنر وغیرہ) نمازِ جمعہ کی امامت کا فریضہ بھی ادا کرتے تھے اور مملکت کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔ حنفی فقہ کے مطابق حکومت کی اجازت کے بغیر کوئی شخص جمعہ نہیں پڑھا سکتا۔ نمازِ پنجگانہ کا اہتمام عام مساجد میں ہر کوئی کر سکتا ہے اور پڑھا بھی سکتا ہے' مگر جامع مساجد کا انتظام حکومت کی اجازت اور نظم کے تحت ہی قائم ہو سکتا ہے۔ آج کی طرح کا معاملہ نہیں کہ چلتا پھرتا کوئی آدمی لا کر مصلے پر کھڑا کر دیا اور اسے امام کہہ دیا۔ ایسے تصورِ دین و مذہب پر علامہ اقبال نے پھبتی چست کی تھی ؎

قوم کیا چیز ہے' قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بے چارے دو رکعت کے امام

⑤ زکوٰۃ کی کامل تنفیذ

زکوٰۃ کے شرعی فریضے کو بھی ہم نے بہت زیادہ بدنام کر رکھا ہے اور بدقسمتی سے ضیاء الحق مرحوم کے زمانے میں اس ضمن میں جو قدم اٹھایا گیا اس نے زکوٰۃ کو مزید بدنام کر دیا۔ زکوٰۃ کا اصل مقصد ہے کیا؟ اسے سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ زکوٰۃ کا اسلام کے معاشی شعبے میں بہت اہم حصہ ہے۔ ہر شہری کی بنیادی ضروریات کی کفالت اسلامی ریاست کی اولین ذمہ داری ہے۔ کوئی شخص بھوکا رہتا ہے تو اس کی ذمہ داری ریاست پر عائد ہوتی ہے۔ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے

اسلام کے سماجی نظام میں عورتوں اور مردوں کا دائرہ کار الگ الگ ہوگا

فرمایا تھا کہ "اگر دریائے فرات کے کنارے پر کوئی کتا بھی بھوکا مر گیا تو قیامت کے دن اس کی جواب دہی عمر (ؓ) سے ہو گی" معلوم ہوا کہ ہر شہری کیلئے روٹی' کپڑا' مکان' لباس اور تعلیم جیسی بنیادی ضروریات کی فراہمی بھی ریاست کے ذمے ہے۔ کبھی ذوالفقار علی بھٹو نے بھی روٹی' کپڑے اور مکان کا نعرہ لگایا تھا' لیکن وہ محض ایک نعرہ ہی تھا۔ سیاسی اختلافات کی وجہ سے اس نعرے کے خلاف ۳۱۳ علماء کے فتوے بھی جاری ہو گئے تھے۔ جاننا چاہئے کہ روٹی' کپڑا اور مکان کا نعرہ کافرانہ نعرہ نہیں ہے' بلکہ یہ چیزیں انسان کی بنیادی ضروریات میں داخل ہیں اور ان کا حصول ہر شہری کا حق ہے۔ اگر آپ اسلام کا نظامِ خلافت قائم کرنے کی بات کرتے ہیں تو یہ ذمہ داری آپ کو نبھانی پڑے گی کہ کوئی شہری روٹی' کپڑے اور مکان جیسی بنیادی ضروریات سے محروم رہا تو خلافت کا حق ادا نہیں ہو گا۔

حکومت اموالِ ظاہرہ پر جبراً زکوٰۃ وصول کر سکتی جس میں مالِ تجارت سرفہرست ہے۔ اور مالِ تجارت کی کل مالیت پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے نہ کہ منافع پر۔ کاروبار میں نفع ہو یا نقصان اس سے کوئی بحث نہیں' حاضر مال پر زکوٰۃ ادا کرنا پڑے گی۔ اسی طرح کارخانوں اور فیکٹریوں کا معاملہ ہے۔ کارخانوں کی زمین' ان کی عمارت' ان کی مشینری' کارخانے کے اوزار اور آلات سب زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہوں گے' لیکن کارخانے میں تیار مال اور خام مال دونوں کی مالیت کو جمع کر کے ڈھائی فی صد کے حساب سے زکوٰۃ وصول کر لی جائے گی۔ زکوٰۃ کے اس نظام سے اس مد میں اس قدر روپیہ جمع ہو جائے گا کہ ریاست ہر شہری کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کا ذمہ لے سکتی ہے۔ اور وہ وقت بھی آ سکتا ہے جب لوگ اپنے اموالِ باطنہ کو زکوٰۃ کے لئے پھریں گے لیکن اسے لینے والا کوئی نہ ہو گا۔

⑥ سود کا کامل انسداد

نظامِ خلافت میں سود کے انسداد کے کامل ذریعے معیشت کی تطہیر کی جائے گی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ سود کو بھی چھوڑ دو اور جس چیز میں سود کا شائبہ بھی پایا جاتا ہو' اسے بھی چھوڑ دو۔ دورِ ملوکیت میں بہت سی غلط چیزوں کے جواز کا فتویٰ دے دیا گیا تھا' جیسے ادھار مال کی فروخت پر زائد بھاؤ لگنا جائز سمجھا جاتا ہے' حالانکہ یہ ایک سو دس (۱۱۰) سود ہی کی شکل ہے۔ اگر یہ سود نہیں تو سود اور کس بلا کا نام ہے۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے فرد کو ایک سو روپیہ قرض دے اور دس روپے کا اضافہ مانگے تو یہ سود ہے' لیکن اگر سو روپے کی کوئی شے ادھار بیچے اور اس کے ۱۱۰ روپے وصول کرے تو یہ سود نہیں تو اور کیا ہے؟

⑦ جاگیردار نظام کا خاتمہ

ساتویں بات جاگیرداری کا سدباب ہے۔ میری گفتگو میں بار بار حضرت عمرؓ کا نام آ رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بعض لوگوں کو اس سے کچھ تکلیف بھی محسوس ہوتی ہو کہ انہیں ہر معاملے میں عمرؓ ہی نظر آتے ہیں۔ اس کی بھی ایک وجہ ہے' اور وہ یہ کہ اسلامی نظامِ خلافت کی برکات پوری طرح حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ہی ظاہر ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں انقلابی جدوجہد کا مرحلہ سر کیا جا رہا تھا' ہر طرف جہاد و قتال کے معرکے برپا تھے' جبکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں ہر چہار طرف سے فتنہ پرور عناصر کھڑے ہو گئے تھے۔ یہ لوگ مانعین زکوٰۃ کی شکل میں بھی سامنے آئے اور جھوٹے مدعیان نبوت کی صورت میں بھی ظاہر ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ کا مختصر عہد حکومت ان سازشوں کو ختم کرنے ہی میں ختم ہو گیا۔ خلافت راشدہ کے نظام کا پھول پوری طرح دورِ فاروقیؓ میں کھلا اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے پہلے دس برس بھی اسی شان و شوکت کے حامل تھے جس میں خلافت راشدہ کی برکات اپنے عروج پر نظر آتی تھیں۔ چنانچہ جاگیرداری نظام کے خاتمہ کے ضمن میں بھی حضرت عمرؓ کا اجتہاد فیصلہ کن امر بن کر سامنے آتا ہے۔ عہد فاروقیؓ میں مسلمان افواج نے عراق' مصر اور شام جیسے علاقے بھی فتح کر لئے تو

مجاہدین نے حسب دستور مفتوحہ زمینوں کی تقسیم کا مطالبہ کیا کہ یہ اراضی مالِ غنیمت ہے۔ غنیمت کے مال کی تقسیم کا یہ قانون ہے کہ پانچواں حصہ ریاست یعنی بیت المال کا ہوتا ہے اور باقی مجاہدین میں تقسیم ہوتا ہے۔ حضرت عمر نے مفتوحہ زمینوں کا فیصلہ شوریٰ کے سامنے رکھا۔ بڑی طویل بحث و تمحیص کے اور ردوقدح کے بعد طے ہوا کہ مفتوحہ اراضی پر مالِ غنیمت کا قانون لاگو نہیں ہو گا بلکہ اس پر مالِ فے کے مصارف کا اطلاق ہو گا۔ اس بناء پر تمام تر اراضی بیت المال کی ملکیت قرار پائیں اور ان کا خراج براہ راست بیت المال میں پہنچنے لگا اور یہی خراج تمام مسلمانوں کی اجتماعی بہبود پر خرچ ہوتا رہا۔ اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ اگر اس وقت حضرت عمرؓ یہ اراضی مجاہدین میں تقسیم کر دیتے تو بد ترین قسم کا جاگیردارانہ نظام [illegible] قائم ہو جاتا۔

جس طرح زکوٰۃ کے ضمن میں میں نے آپ حضرات کے سامنے اموالِ ظاہرہ اور اموالِ باطنہ کی دو تقسیمیں رکھی ہیں ویسے ہی اراضی کے ضمن میں عشری اراضی اور خراجی اراضی کی دو اقسام ہیں۔ جو علاقے کسی بھی وقت مسلمانوں نے بزورِ شمشیر فتح کئے ہوں ان کی زمینیں قیامت تک کے لئے خراجی قرار پاتی ہیں۔ پاکستان کی اکثر و بیشتر اراضی بھی خراجی ہیں۔ پاکستان کی زمینیں کسی شخص کی ملکیت نہیں ہیں، کسی کے باپ کی جاگیر نہیں ہیں۔ یہ جاگیریں انگریز حکمرانوں نے اپنے حواریوں اور کاسہ لیسوں کو مسلمانوں سے غداری کے عوض انعام میں دی تھیں۔ لہٰذا جاگیرداروں اور زمین داروں کا حق ملکیت از خود ساقط ہو جاتا ہے۔ نظامِ خلافت میں ہمیں ایک نیا بندوبست اراضی تشکیل دینا ہو گا تاکہ زمین کے سینے کو چیرنے والے اور اس میں اپنا خونِ جگر دینے والے کاشتکار کو بھی اس کی محنت کا معاوضہ مل سکے! یہ کاشتکار، یہ کسان، یہ ہاری سب کے سب حیوانوں کی سطح پر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ کبھی کمیونزم کے سرخ سویرے کی طرف دیکھتے ہیں اور کبھی کوئی دھوکہ باز کوئی اور سبز باغ دکھا کر انہیں اپنے پیچھے لگالیتا ہے۔ اس معاملے میں بھی اصل جرم ہمارا ہے کہ اسلام نے جو حل دیا ہے اسے ہم اختیار نہیں کرتے، لہٰذا یہ لوگ پھر چاروناچار کسی دوسرے "ازم" کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ بہرحال جاگیرداری کا سدباب حضرت عمرؓ نے اپنی بے پناہ بصیرت کی بناء پر کر دیا تھا اور آج بھی اسی اجتہاد کو بنیاد بنا کر ہم موجودہ زمینداری نظام کو ختم کر سکتے ہیں۔

(۸) شراب اور جوئے پر پابندی

نظامِ خلافت میں شراب اور جوئے پر مکمل پابندی عائد ہو گی کہ یہ چیزیں ﴿رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ﴾ کے قبیل سے تعلق رکھتی ہیں۔ لاٹری سیف گیم ریفل کے نام سے ہو یا فاطمید ریفل ٹکٹ کے نام سے، یہ سب جوا ہے اور شیطانی دھندہ ہے۔ لاٹری کی شکل میں جوئے کی یہ لعنت بھی ہماری گھٹی میں پڑی ہوئی ہے جس سے ہمیں چھٹکارا حاصل کرنا ہو گا۔ انگریز جس طرح سود کی لعنت کو ہمارے گلے کا ہار بنا گیا تھا ویسی ہی خباثت جوئے کی شکل میں بھی چھوڑ گیا ہے۔

شراب اور جوئے کو قرآن مجید میں ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ وہ اس لئے کہ یہ دونوں اشیاء انسانوں کو محنت سے دور بھگا دیتی ہیں۔ شراب کے نشے میں دھت انسان حقائق کا سامنا کرنے کی بجائے ان سے گریز کی راہ اختیار کرتا ہے اور جوا محنت کی بجائے داؤ کھیلنے کی ترغیب ہی کا دوسرا نام ہے۔ دراصل یہ دونوں چیزیں انسانی شرافت اور وقار کے منافی ہیں۔ حقائق کا دلیری کے ساتھ سامنا کرنا ہی اصل مردانگی ہے اور محنت انسان کا زیور ہے۔

جاگیرداری کے خاتمے کے لئے ہمیں نظامِ خلافت میں نیا بندوبست اراضی تشکیل دینا ہو گا اور ”شمشیر فاروقی“ ہی اس کا حل ہے

(۹) مکمل سماجی اور قانونی مساوات

نظامِ خلافت میں کامل انسانی مساوات کا تصور کارفرما ہو گا۔ تمام انسان برابر سمجھے جائیں گے اور نہ کوئی اونچا ہو گا اور نہ کوئی نیچا۔ اسلامی معاشرے میں کوئی سید اونچا اور کوئی مصلی نیچا نہیں۔ ایسے تمام تصورات کو ختم کرنا ہو گا اور ان کی جڑیں کھودنا ہوں گی، اس لئے کہ اسلام میں اونچ نیچ کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ حضرت بلال حبشیؓ کو سیدنا بلال کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔

اسی طرح قانون کی نظر میں سب لوگ برابر ہوں گے۔ اسلام کے عدالتی نظام میں یہ تصور موجود نہیں ہے کہ سربراہ مملکت یا خلیفۂ وقت عدالت میں حاضری سے مستثنیٰ ہے۔ یہ تو خیر اتنی انہونی بات نہیں ہے۔ لیکن نظامِ خلافت میں دنیا نے یہ بھی دیکھا کہ مطلوبہ گواہوں کی عدم دستیابی کے باعث خود خلیفۂ وقت کا مقدمہ عدالت سے خارج کر دیا گیا تھا۔ حضرت علیؓ کا مقدمہ قاضی شریح کی عدالت میں زیرِ سماعت تھا اور یہ مقدمہ اس لئے خارج ہو گیا تھا کہ حضرت علیؓ کے پاس غلام اور بیٹے کی گواہی کے علاوہ کوئی دوسری شہادت موجود نہ تھی، اور یہ شہادتیں اسلام کے قانونِ شہادت کے مطابق قابل قبول نہ تھیں۔ لہٰذا مقدمہ خارج ہو گیا۔ اسلام کے اس قدر بے لاگ انصاف کو دیکھ کر شریک مقدمہ یہودی اسلام لے آیا۔ چنانچہ سربراہ مملکت کو حاصل خصوصی تحفظات ہوں یا ممبرانِ اسمبلی کا استحقاق ہو، یہ سب غیر اسلامی چیزیں ہیں۔ اسلام میں خلیفہ کو بھی کوئی خصوصی تحفظ یا مقام امتیاز حاصل نہیں ہے۔

البتہ اگر یہ ضرورت محسوس ہو کہ کہیں بدمعاش قسم کے لوگ ہر وقت خلیفہ کو مقدمے بازی ہی میں نہ پھنسائے رکھیں تو سدباب بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس معاملے میں حد قذف پر قیاس کرتے ہوئے اس طرح حل کیا جا سکتا ہے کہ خلیفہ وقت پر جھوٹا اور غلط مقدمہ دائر کرنے والے شخص کو بھی سزا دینے کا قانون بنا دیا جائے۔

(۱۰) مخلوط معاشرت کا سدباب

اس ایک بات میں سو باتیں جمع ہیں۔ اسلام کے سماجی نظام میں عورتوں اور مردوں کا دائرۂ کار علیحدہ اور جدا ہے۔ عورتوں کا جسمانی نظام بھی مردوں سے مختلف اور نفسیاتی ساخت بھی جدا ہے، لہٰذا دونوں اصناف کی ذمہ داریاں جدا ہیں، حال کا معاملہ مردوں کے حوالے اور قوم کا مستقبل عورتوں کے حوالے ہے، کیونکہ نئی نسل کی پرورش اور تربیت ہی تو مستقبل ہے۔ عورت کیلئے حمل کا زمانہ، بچے کو دودھ پلانے کا عرصہ اور پھر اسکی نگہداشت، کیا یہ سب کچھ غیر اہم اور غیر پیداواری کام ہیں کہ اسے شمع محفل بنائے بغیر چارہ نہیں۔ بقول اقبال ؎

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیرے

اے مسلمان خاتون! حضرت فاطمہؓ جیسا کردار اختیار کر لے تو تیری گود میں حسن اور حسینؓ جیسے پھول کھلیں گے۔ چنانچہ ہمیں ایسی خواتین درکار ہیں، ایسی ماؤں کی ضرورت ہے، ایسی بہنوں کی ضرورت ہے، ایسی ہی بیویوں کی ضرورت ہے۔ ہمیں ہرجائی خواتین کی کوئی ضرورت نہیں۔ نظامِ خلافت میں خواتین اور مردوں کے دائرہ ہائے کار علیحدہ علیحدہ ہوں گے، اس لئے کہ یہ آگ اور پانی کا میل ہے۔ ہمیں مخلوط معاشرت کا مکمل خاتمہ کرنا ہو گا۔ سکولوں سے لے کر یونیورسٹی تک ہر جگہ تعلیمی ادارے الگ الگ ہوں۔ خواتین کے تعلیمی اداروں میں خواتین ہی پڑھنے والی ہوں اور خواتین ہی پڑھانے والی، اور دوسرا تمام عملہ بھی خواتین ہی پر مشتمل ہو۔ اسی طرح کا معاملہ ہسپتالوں کا بھی ہے۔ عورتوں کے ہسپتال میں خواتین ہی نرسیں ہوں، خواتین ہی ڈاکٹر ہوں اور خواتین ہی ملازم ہوں، جبکہ مردوں کے ہسپتالوں میں مرد ڈاکٹر اور مرد نرسیں (Male Nurses) ہوں۔ اسی طرح کا معاملہ صنعتی اداروں میں بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اگر ارادہ ہو، ایمان ہو اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی دی ہوئی تعلیم پر یقین کامل ہو تو ہر شے ممکن ہے، ہر مسئلے حل کیا جا سکتا ہے۔

حمود الرحمان کمیشن رپورٹ کی روشنی میں سانحہ کے ذمہ داروں پر مقدمات بنائے جائیں

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت ڈاکٹر اسرار احمد کا ۶ جنوری کو روزنامہ دن میں شائع ہونے والا انٹرویو

ڈاکٹر اسرار احمد ممتاز دینی سکالر، داعی تحریک خلافت اور تنظیم اسلامی کے امیر ہیں۔ اگرچہ "میڈیکل" ڈاکٹر ہیں مگر ان کا شمار وطن عزیز کے ممتاز دینی رہنماؤں میں ہوتا

> پاکستان کا ایٹمی پروگرام عالم اسلام کی امانت ہے لہذا سی ٹی بی ٹی پر دستخط نہیں کرنا چاہئے

ہے، ان کی جوانی جماعت اسلامی میں جمعیت کے پلیٹ فارم پر گزری۔ ۱۹۵۶ء میں ماچھی گوٹ کے مشہور اجتماع کے موقع پر مولانا مودودی کے سیاسی فیصلہ سے اختلاف کرنے والوں میں ایک نوجوان کے طور پر پیش پیش تھے۔ جماعت سے علیحدگی کے بعد انہوں نے اپنی دینی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لئے "تنظیم اسلامی" کے نام سے علیحدہ پلیٹ فارم بنا لیا جس کے تحت وہ تاحال اندرون و بیرون ملک اقامت دین کے لئے دعوتی و تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ گزشتہ کئی برس سے انہوں نے "تحریک خلافت" کے نام سے ایک پلیٹ فارم متعارف کرایا جس کے ذریعے وہ غیر انتخابی سیاست کو فروغ دے کر "خلافت علیٰ منہاج نبوت" کا قیام عمل میں لانا چاہتے ہیں، ڈاکٹر صاحب سادہ مزاج اور منفرد انداز رکھتے ہیں، مسلکی تعصبات سے بالاتر ان کی عالمانہ گفتگو نے اہل علم طبقہ کو اندرون و بیرون ملک ایک ساتھ متاثر کیا ہے اور دنیا کے بیشتر ممالک میں ان کے مداحوں کی کثیر تعداد موجود ہے۔ چند روز قبل ادارہ "دن" نے انہیں "دن فورم" کے حالات حاضرہ کے ٹیبل ٹاک پروگرام میں اظہار خیال کی دعوت دی۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے موجودہ ملکی حالات سمیت اہم موضوعات پر انتہائی دانشمندانہ انداز کے ساتھ سیر حاصل گفتگو کی جو ذیل میں تفصیل کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے:

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ پاکستانی قوم مختلف قومیتوں میں تقسیم ہو چکی ہے، فرقہ واریت کا عفریت الگ ہے، ملکی یکجہتی کونسل تو ہے مگر قوم میں یکجہتی نہیں، معاشی بحران عروج پر ہے، پانچ برس سے سیاسی عدم استحکام چلا آ رہا ہے، سیاسی اعتبار سے ہم نابالغ قوم ہیں، دیانت اور سچائی کا دیوالیہ نکل چکا ہے، اس وقت ہم خلاء میں معلق ہیں، اصل مرض یہ ہے کہ ہم نے یہ ملک اسلام کی بنیاد پر حاصل کیا اور اسلام کو بالفعل بطور نظام نافذ کرنے میں ہم ناکام رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی بنیاد کے علاوہ جغرافیائی، ثقافتی، معاشرتی ہر اعتبار سے یہ مصنوعی ملک ہے، موجودہ ہمہ جہت بحران سے نجات کا واحد راستہ یہ ہے کہ ہم پورے اخلاص اور یکجہتی کے ساتھ اسلامی نظام کو عملاً نافذ کریں، اگر ہم نے شریعت اسلامی کے قوانین کا نفاذ کر لیا تو نہ صرف پاکستان باوقار ملک کی حیثیت سے قائم ہو گا بلکہ پورے عالم انسانیت کے لئے روشنی کا مینار بن جائے گا۔

نئے نظام کے تحت بلدیاتی انتخابات بہتر قدم تو ہے اور اختیارات کی نچلی سطح تک تقسیم بھی ہونی چاہئے لیکن اس کے مفید ہونے کا دارومدار اس بات پر ہے کہ ہماری سوچ، کردار، اخلاق بھی بدلیں اور لوگ ملک و قوم اور دینی خدمت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ووٹ دیں۔ باہر جمہوری رویوں کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ جماعتوں کے اندر بھی جمہوری اقدار کو فروغ حاصل ہو تو اسی صورت میں تبدیلی

ممکن ہے، بصورت دیگر مثبت نتائج کی توقع نہیں اور دوبارہ وہی وڈیرے، سرمایہ دار، جاگیردار ان کے بھانجے بھتیجے ہی آئیں گے۔

بلاشبہ موجودہ حکومت کی سوا سال کی کارکردگی مایوس کن رہی ہے، جنرل پرویز مشرف نے آتے ہی جو سات نکاتی ایجنڈا دیا ہے اس میں کسی ایک شعبے میں بھی کوئی خاص پیشرفت نہیں ہوئی، ناکامی کے اس وقت دو اسباب ہیں، اول یہ کہ یہ طویل عرصے کا گند ہے جس کا صاف ہونا آسان بات نہیں، دوسرا اس فساد کی اصل جڑ کو کوئی نہیں سمجھ رہا، وہ یہ ہے کہ ہماری قوم منافق قوم بن گئی ہے، ہم نے اللہ سے کئے وعدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ملک میں اسلام کو بطور نظام نافذ نہیں کیا جس کے باعث ہمارے اندر نفاق شامل ہو گیا ہے۔ اس لئے زیادہ جلد بازی کی ضرورت نہیں۔ حکومت جس پروگرام کے مطابق چل رہی ہے اسے آگے بڑھنا چاہئے۔ سپریم کورٹ کی طرف سے حکومت کو دی گئی مدت کے اندر جمہوری عمل مکمل ہونا چاہئے۔

نواز شریف کی جلاوطنی کا عمل مکمل طور پر ختم نہیں ہوا اور نہ ہی اسے بنیاد بنا کر ڈاکہ زنی، چوری، قتل اور زنا بالجبر کے مجرموں کو معاف کیا جا سکتا ہے۔ نواز شریف کی جلاوطنی کے فیصلہ کے بارے میں حکومت نے اپنی مجبوری کا اظہار کر دیا ہے۔ احتساب سے کوئی شخص مستثنیٰ نہیں۔ سیاستدانوں، ججوں، جرنیلوں اور بیوروکریٹس سمیت تمام طبقات کا بلاامتیاز احتساب ہونا چاہئے اور احتساب کے عمل کو ریاستی مشنری کا مستقل جز بنایا جانا چاہئے۔

اقتصادی بحران سے نجات کا واحد راستہ یہ ہے کہ حکومت فوری طور پر اندرونی و بیرونی طور پر سود ختم کر کے اور آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کو قرضوں پر سود دینے سے انکار کرتے ہوئے ان کے قرضوں کی ادائیگی اپنی مرضی سے سہولت کے مطابق کرنے کے بارے میں آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کو آگاہ کر دے۔ اس سے ہم پر پابندیاں تو لگیں گی اور قوم کو سختیاں بھی برداشت کرنا پڑیں گی مگر آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کی غلامی سے نجات اسی صورت میں ممکن ہے۔ بصورت دیگر تیل کی قیمتیں بھی بڑھیں گی اور عوام کا تیل بھی نکلے گا۔ سود سے پاک بینکنگ کے لئے جو تجاویز سامنے آ چکی ہیں ان کے مطابق بنکنگ کا نظام

> نواز شریف کی جلاوطنی کو بنیاد بنا کر سنگین جرائم کے مجرموں کو معاف نہیں کیا جا سکتا

شروع ہونا چاہئے، اس سے نئی معیشت کا آغاز ہو گا اور ہم عالمی مالیاتی اداروں کے چنگل سے رہائی پا لیں گے۔

حمود الرحمن کمیشن رپورٹ کی روشنی میں سانحہ کے

ذمہ داروں پر مقدمات بننے چاہئیں مگر سب لوگوں کو ایک چھڑی سے نہیں ہانکا جانا چاہئے جو جتنا بڑا مجرم ہے اس کو اتنی بڑی سزا ملنی چاہئے۔ بنگلہ دیشی حکومت کے جارحانہ رویہ کے بارے میں حکومت کا موقف درست ہے مگر حکومت کو چاہئے تھا کہ وہ حالات خراب ہونے سے قبل سفارت کاروں کو واپس بلالیتی۔ بنگلہ دیشی حکومت کے مطالبہ پر حکومت پاکستان کو بنگلہ دیش سے معافی مانگنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اب ہمیں ماضی کو بھلا کر مستقبل کی

نئے نظام کے تحت بلدیاتی انتخاب بہتر قدم ہے اور اختیارات کی تقسیم نچلی سطح پر ہونی چاہئے

طرف دیکھنا چاہئے۔ بنگلہ دیشی حکومت کے جارحانہ انداز کی وجہ یہ ہے کہ وہاں کے لوگ حساس ہیں' ان پر پراپیگنڈے کا اثر جلد ہوتا ہے۔

پاکستان کو قطعی طور پر سی ٹی بی ٹی پر دستخط نہیں کرنے چاہئیں کیونکہ پاکستان کا ایٹمی پروگرام پورے عالم اسلام کی امانت ہے جو پاکستان کو معجزے کے طور پر مل گیا ہے۔ ایٹمی صلاحیت کو بڑھایا جانا چاہئے اس کو گھٹانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دینی جماعتوں کی ناکامی کی بڑی وجہ انتخابی سیاست ہے۔ دینی جماعتوں کا انتخابی سیاست میں شریک ہونا ہمالیہ جتنی بڑی غلطی ہے۔ دینی جماعتوں کا کام دینی احکام کے نفاذ کا مطالبہ ہونا چاہئے۔ انہیں پریشر گروپ کے طور پر غیر دینی معاشرت کے خلاف احتجاجی تحریکیں چلانا چاہئیں کیونکہ اس وقت دینی عبادات اور رسومات کی حد تک تو لوگ علماء کے ساتھ چلنے کو تیار ہیں مگر سیاسی و حکومتی معاملات چلانے کے لئے عوام کا تعاون انہیں حاصل نہیں۔

میں نے دینی جماعتوں کے اتحاد کا اس سے قبل بھی فارمولا دیا مگر کوئی دینی جماعت اس پر مثبت پیشرفت کو تیار نہیں۔ اتحاد کے لئے فارمولا یہ ہے کہ جو دینی جماعتیں یہ سمجھتی ہیں کہ وہ انتخابی سیاست کے ذریعے تبدیلی لا سکتی ہیں تو انہیں ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو جانا چاہئے تاکہ مذہبی ووٹ بنک تقسیم نہ ہو' دوسری طرف انتخابی عمل کی مخالف جماعتوں کو متحد ہو جانا چاہئے۔ اس کے لئے میں نے متحدہ اسلامی انقلابی محاذ کا پروگرام پیش کیا مگر اس میں صرف مولانا اکرم اعوان' تحریک اسلامی اور جمعیت اہلحدیث کا ایک حصہ شریک ہے' کوئی اور جماعت شامل نہیں ہوئی۔ مولانا اکرم اعوان کا رخ درست ہے' اگرچہ ان کے مطالبات واضح نہیں لیکن اگر پیشرفت ہو تو نفع کی بات ہے۔

انتخابات قومی یکجہتی کے لئے ضروری ہیں کیونکہ جب سول حکومت نہیں ہوتی' اور فوج ٹیک اوور کرتی ہے تو دیگر صوبوں کی طرف سے یہ ہی تصور کیا جاتا ہے کہ پنجابی حکومت کر رہا ہے' اگرچہ جنرل پرویز مشرف پنجابی نہیں' اس لئے اگر انتخابات کا عمل جاری رہے تو اس میں تمام صوبوں کے عوام اور تمام طبقات حصہ لیتے ہیں' قومی یکجہتی کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ مگر محض انتخابات ہمارے مسائل کا حل نہیں ہیں اور نہ ہی انتخابات کے ذریعے نفاذ اسلام ممکن ہے۔ میں انتخابی نظام کی مخالفت بھی اس وجہ سے کرتا ہوں کہ اس کے ذریعے نفاذ اسلام ممکن نہیں۔ اسلام بزور بازو اور ایسی پرامن غیر مسلح احتجاجی تحریک کے ذریعے نافذ ہو گا جس میں تشدد کا عنصر شامل نہ ہو اور اس تحریک میں ایسے لوگ شامل ہوں جو خود اپنے گھروں میں اسلام نافذ کر چکے ہوں۔ یعنی تحریک کے لوگوں کو بے شمار مشکلات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ مزاحمتیں ہوں گی' گولیاں چلیں گی' لاٹھی چارج ہو گا' حکومت ایسی تحریک کو دبانا چاہے گی' فوج کو بھی استعمال کرے گی' تحریک کے لوگوں کو یہ سب برداشت کرنا پڑے گا' نتیجہ یہ ہو گا کہ ایک وقت آئے گا جب فوج بھی انکار کر دے گی' جیسا کہ ایران میں ہوا اور تبدیلی آ جائے گی۔

جہاد کشمیر' جہاد فی سبیل اللہ نہیں بلکہ کشمیری مسلمانوں کا جہاد حریت ہے اور اس میں امداد دینی فریضہ نہیں' اگر کوئی شخص جہادی جذبے کے تحت کشمیر جانا چاہتا ہے تو اس کیلئے والدین سے پیشگی اجازت لینا لازمی ہے۔

بنیاد پرستی کا لفظ پہلے صرف مسلمانوں کے لئے استعمال ہو رہا تھا مگر اب یہ ہندوؤں' یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے' مسلمانوں کا چونکہ دنیا بھر میں پھیلاؤ ہے اس لئے مسلمانوں کی اپنا نظام قائم کرنے کی خواہش کو مغرب میں بنیادی پرستی قرار دیا جاتا ہے' عالمی استعمار مذہب کو محدود دائرے میں رکھنا چاہتا ہے۔ اسلام بھی اگر رسومات اور عبادات تک محدود رہے تو اسے کوئی اعتراض نہیں مگر اسلام کو بطور نظام وہ برداشت نہیں کر سکتے۔ جو مذہب سے نکل کر نظام کی تبدیلی کی بات کرتا ہے ان کے نزدیک وہ بنیاد پرست ہے۔

اس وقت دنیا بھر کی احتجاجی تحریکیں دو طرح سے متعارف ہیں' بیلٹ یا بلٹ' لیکن بیلٹ یا بلٹ کی طرف ٹرن لینا غلطی ہے۔ اگر ان احتجاجی جماعتوں اور تحریکوں کو یہ سمجھ آ جائے کہ درست راستہ بیلٹ اور بلٹ کا درمیانی راستہ یعنی غیر مسلح پرامن احتجاجی تحریک ہے تو مسئلہ کا حل ہے' ورنہ مغرب ان احتجاجی تحریکوں پر بنیادی پرستی کا الزام لگانے میں حق بجانب ہے۔

تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز پڑھنا پسندیدہ نہیں' اگرچہ اسلامی ریاست نے امام مسجد کے لئے وظیفے مقرر کر رکھے تھے مگر وہ وظیفے حکومت مقرر کرتی تھی' مل جل کر مسجد بنانے کا جو تصور ہمارے ہاں رائج ہے اس کا اسلام میں کوئی تصور نہیں۔ مسجد کے خطیب کا تقرر بھی اسلام کے مطابق صرف حکومت کو کرنا چاہئے جس طرح کہ سعودی عرب میں ہے۔

ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی نے "دن فورم" کے "ٹیبل ٹاک پروگرام" میں ٹیلی فون کالرز کے

بیلٹ اور بلٹ کا درمیانی راستہ پر
مسلح پرامن احتجاجی تحریک ہے

سوالوں کے جوابات دیتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ طالبان حکومت اسلامی حکومت ہے تاہم دستور اور عوام کی اقتدار میں شمولیت سے متعلق طالبان حکومت کے خدوخال ابھی واضح نہیں ہوئے۔ پاکستان میں نظام حکومت کے بارے میں ایک سوال کے جواب پر انہوں نے کہا کہ پاکستان میں خلافت کا نظام ہونا چاہئے جس کا تفصیلی ڈھانچہ صدارتی اور حقیقی وفاقی نظام کے زیادہ قریب ہے بشرطیکہ اللہ کی حاکمیت اور قرآن و سنت کی بالادستی کو اولیت حاصل ہو۔ جن کالرز نے بذریعہ فون سوالات پوچھے ان میں ذوالفقار علی موضع ہیر' مسز عامر مسلم ٹاؤن' سلیم انور موہنی روڈ' پرویز اقبال سمن آباد' بابر راٹھور فیصل ٹاؤن' منظور الحق قلعہ گوجر سنگھ' مسز رحمن اعظم گارڈن ٹاؤن' محمد حبیب چونگی امرسدھو' جاوید خان کوٹ لکھپت' شاہد ڈیفنس مارکیٹ' شاہد محمود داو کاڑہ اور عمران فاروق گوجرانوالہ شامل تھے۔

ڈاکٹر عارف رشید کی صاحبزادی کی تقریب نکاح

گزشتہ دنوں امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی پوتی اور ڈاکٹر عارف رشید کی بڑی صاحبزادی کا نکاح رفیق تنظیم میاں تجمل واحد کے صاحبزادے عبداللہ واحد کے ساتھ ہوا جو خود بھی بفضلہ تعالیٰ تنظیم اسلامی کے رفیق ہیں۔ نکاح کی یہ تقریب مورخہ 5۔ جنوری 2001ء کو بعد نماز مغرب جامع مسجد قرآن اکیڈمی لاہور میں منعقد ہوئی۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے خطبۂ نکاح ارشاد فرمایا۔ رفقاء و احباب کی ایک بڑی اس تقرب میں شریک ہوئی۔

افغانستان سے ہمارا رشتہ

سید علی ہجویریؒ' معین الدین چشتیؒ' لعل شہباز قلندرؒ سمیت کئی شخصیات افغانستان سے ہندوستان آئیں

افغانستان سے ہمارا کیا رشتہ ہے۔ یہ صدیوں پرانی بات ہے۔ بات یہ ہے کہ ہمالہ پر جو برف گرتی ہے اس کا مقدر ہے کہ وہ پانی بن کر ایک جانب وادی سندھ کو سیراب کرے اور دوسری جانب ہندوستان کی سرزمین کی آبیاری کرے۔ اسی طرح وادی سندھ اور وادی گنگ و جمن کی لیڈرشپ بھی شمالی علاقوں سے ہی پیدا ہوئی ہے۔ افغانستان' ترکستان اور وسطی ایشیائی ریاستوں (جن کو ماوراء النہر کہا جاتا ہے) سے آنے والوں نے ہی یہاں

احمد شاہ ابدالی ہندوستان کے مسلمانوں کو مرہٹوں سے نجات نہ دلاتے تو پاکستان وجود میں نہ آتا

سارے تاج محل اور لال قلعے تعمیر کئے ہیں۔

ہندوستان میں آکر حکمران بن جانے والے آریہ بھی اوپر ہی کے علاقوں سے آئے تھے اور وہ یہاں برہمن بن گئے۔ پھر ترک آئے' پھر افغانی اور یہاں ہر سطح کی قیادت کرتے رہے۔ جب ہندوستان میں لیڈرشپ ختم ہو جاتی تھی تو پھر نئی لیڈرشپ افغانستان سے ہی آیا کرتی تھی۔ ابراہیم لودھی ناکام ہوا تو بابر آیا۔ اور جب مغل ناکام ہونے لگے تو اس دور کے سب سے بڑے دانشور شاہ ولی اللہؒ نے افغانستان ہی کے حکمران احمد شاہ ابدالی کو خط لکھا اور کہا کہ "ہندوستان کے مسلمانوں کو مرہٹوں کے ظلم و ستم سے نجات دلاؤ۔ چنانچہ پانی پت کی تیسری جنگ ہوئی۔

پانی پت کی تیسری جنگ نہ ہوتی تو شاید پاکستان بھی نہ بنتا۔ کیونکہ مسلمانوں کو تیزی سے ختم کیا جا رہا تھا۔ اس سے پہلے بھی جب یہاں کے مسلمان مٹائے جا رہے تھے اور پرتھوی راج ایک بہت بڑی طاقت بن گیا تھا تو افغانستان سے شہاب الدین غوری آیا تھا۔ اگر غوری اپنے چھوٹے سے لشکر سے پرتھوی کی عظیم الشان فوج کو شکست نہ دیتا تو پاکستان نہ بن سکتا تھا۔ غوری کی فتح نے ہمیں ایک درس دیا ہے۔

سید علی ہجویریؒ داتا گنج بخش کون تھے۔ وہ افغانستان کے گاؤں ہجویر میں پیدا ہوئے۔ مرشد نے حکم دیا کہ جاؤ لاہور جاؤ۔ وہ آئے اور اس علاقے میں تبلیغ کی اور اس طرح دلوں پر حکمرانی کی کہ آج بھی لاہور شہر داتا کی نگری کہلاتا ہے۔

معین الدین چشتیؒ کون تھے۔ وہ افغانستان کے گاؤں سنجر کے رہنے والے تھے۔ ہندوستان آئے اور بت پرستوں کے دیار میں ایمان کی شمع روشن کی۔ غریبوں کے ہمدرد تھے خواجہ غریب نوازؒ کہلائے اور خواجہ اجمیر کے نام سے آج بھی حکمرانی کرتے ہیں۔

لال شہباز قلندرؒ کون تھے۔ یہ عثمان مروند تھے۔ افغانستان کے گاؤں مروند سے سندھ کی طرف آئے۔ دریائے سندھ کے کنارے سہون میں ہند کی تیرگی کو اسلام کے اجالے میں تبدیل کیا۔ آج بھی ان کی نوبت گھن گھن بجتی ہے۔

افغانستان کی دو بڑی زبانیں فارسی اور پشتو ہیں۔ پشتو

عظیم سرور

بولنے والے اور ازبک اور تاجک اپنے نام کے آگے خان لگاتے تھے۔ اور پھر ہم پاکستان کی تاریخ کے جس بڑے نام کو دیکھتے ہیں اس کی نسبت افغانستان ہی سے ملتی ہے۔ علی گڑھ یونیورسٹی قائم کرنے والے سرسید احمد خان' مرہٹوں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں پہلی گولی چلا کر بغاوت کا آغاز کرنے والا سپاہی لال پھر بیرم خان' مہابت خان' رحمت خان' شیر شاہ سوری کے نام سے مشہور ہونے والے فرید خان اور بہادر یار جنگ کا لقب پانے والا محمد بہادر خان سب افغانستان سے ہمارے رشتوں کا مظہر ہیں۔

افغانستان سے آنے والے ہماری تاریخ کی ان ہستیوں نے ہمیں بڑے درس دیئے ہیں۔ آج جب ہم نے غوری میزائل بنایا' ایٹمی دھماکہ کیا۔ الخالد ٹینک بنایا تو ساری دنیا ہمارے پیچھے پڑ گئی کہ ان کو ختم کر دو۔ آئی ایم ایف کا کہنا ہے CTBT پر دستخط کر دو' ورلڈ بینک کہتا ہے یہ میزائل ضائع کر دو۔ جاپان کہتا ہے ایٹم بم کا قصہ مکا دو' ۴ ملین ڈالر لے لو۔ جبکہ افغانستان کے بادشاہ محمود غزنوی نے ہمیں کیا درس دیا تھا؟ جب سومنات کے مندر میں اس نے سب سے بڑے بت کو توڑنے کے لئے گرز اٹھایا تو آئی ایم ایف والے آکر کہنے لگے۔

"محمود! یہ گرز رکھ دو اور اس کے بدلے سونا چاندی لے لو"

محمود غزنوی نے گرز اٹھائے رکھا۔ پھر ورلڈ بینک نے آکر دباؤ ڈالنا شروع کیا۔

"یہ گرز رکھ دو ورنہ ہم تم پر معاشی پابندیاں لگا دیں گے' اگر گرز رکھ دو گے تو یہ ہیرے جواہرات تمہارے ہو جائیں گے۔"

محمود غزنوی نے گرز بلند کئے رکھا۔ اب ایک جاپانی آیا اور کہنے لگا۔

"محمود اشرفیوں کے ڈھیر لگا دیں گے۔ تمہارے نام پر جنیوا اور نیویارک کے بینکوں میں رقم جمع کروا دیں گے تمہارے ملک میں سوزوکی اور ٹویوٹا کار کے کارخانے لگا دیں گے "بس یہ گرز رکھ دو"۔

لیکن محمود غزنوی نے تاریخی جملہ کہا۔

"اگر آج میں نے یہ گرز رکھ دیا تو تاریخ میں مجھے بت شکن کی بجائے بت فروش کہا جائے گا"۔

اس کے بعد محمود غزنوی نے جو کچھ کیا وہ تاریخ کا سب سے روشن باب ہے اور روشن باب ہی باعزت زندگی کا راستہ دکھاتے ہیں۔ افغانستان سے ہمارا ایسا رشتہ ہے۔

- نظام خلافت کیا ہے؟
- یہ کن بنیادوں پر قائم ہو گا؟
- عہد حاضر میں نظام خلافت کا دستوری' قانونی' معاشرتی اور معاشی ڈھانچہ کیا ہو گا؟
- اس کے قیام کے لئے سیرت نبویؐ سے ماخوذ طریق کار کون سا ہے؟

ان تمام سوالات کے جامع' واضح اور مدلل جوابات پر مشتمل ایک بیش قیمت علمی دستاویز

"خطباتِ خلافت"

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان

ڈاکٹر اسرار احمد کے چار خطبات کا مجموعہ

سفید کاغذ' عمدہ طباعت' صفحات 212' قیمت : (اشاعت خاص)80' اشاعت عام : 45 روپے

تنظیم اسلامی کے وفد کا دورۂ بنگلہ دیش

محترم مولانا ثمیر الدین صاحب بنگلہ دیش میں تنظیم اسلامی کی دعوت اور دین کے انقلابی پیغام کی نشر و اشاعت کے لئے کوشاں ہیں۔ ان کی حیثیت وہاں تنظیم اسلامی کے نمائندے کی ہے۔ مولانا امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی متعدد دعوتی و تحریکی مطبوعات کو بنگلہ زبان میں ڈھال کر زیور طباعت سے آراستہ کر چکے ہیں۔ مولانا کی دعوت پر ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی ڈاکٹر عبدالخالق ماہ نومبر میں ایک ہفتے کے دورے پر بنگلہ دیش تشریف لے گئے تھے۔ اس دورے کی مفصل' زیر نظر رپورٹ تنظیم اسلامی حلقہ غربی پنجاب کے امیر جناب رشید عمر صاحب کی مرتب کردہ ہے جو اس سفر میں ناظم اعلیٰ کے ہمرکاب تھے۔ (ادارہ)

مورخہ ۲۶ نومبر ۲۰۰۰ء پی آئی اے کی پرواز PK-264 میں مسقط اور دوسری خلیجی ریاستوں سے آنے والے ورکر کلاس ٹرانزٹ مسافروں سے جہاز کی تمام سیٹیں پر تھیں۔ کراچی سے دو گھنٹے پچیس منٹ کی فلائٹ کے بعد جہاز جب انٹرنیشنل ایئرپورٹ ڈھاکہ پر اتر رہا تھا تو شہر کے فضائی منظر سے ایسا لگ رہا تھا جیسے ہم ہانگ کانگ یا سنگاپور پر اتر رہے ہیں۔ ہر طرف ملٹی سٹوری عمارتیں سر اٹھائے کھڑی تھیں۔ کسٹم اور امیگریشن کلیرنس کے بعد باہر نکلے تو مولانا ثمیر الدین صاحب رفیق الاسلام عرفات کے ساتھ استقبال کے لئے موجود تھے۔ مولانا صاحب نے انتہائی محبت بھرے خلوص سے ہمارا استقبال کیا۔ ایئرپورٹ سے ہماری قیام گاہ ہوٹل رائل پیلس توپ خانہ روڈ تک کا تمام راستہ انتہائی مصروف ہے۔ اسی روڈ پر آرمی کنٹونمنٹ ایریا' نیوی کے دفاتر اور پرائم منسٹر آفس واقع ہیں۔ مختلف ماڈل اور سائز کی درآمد شدہ کاروں' ویگنوں اور انڈیا کی ٹاٹا بسوں کے اژدہام کی وجہ سے ہوٹل تک کا راستہ ایک گھنٹے سے زیادہ وقت میں طے ہوا۔ یہاں رفیق الاسلام ارمانی صاحب (جو مولانا ثمیر الدین صاحب کے شاگردوں میں سے ہیں' ڈھاکہ میں کمپیوٹر سیل اور ٹریڈنگ' پرنٹنگ اور ٹریول ایجنسی کا کام کرتے ہیں اور تنظیم کے معاونین میں سے ہیں) چند اور احباب کے ساتھ موجود تھے۔ ہوٹل میں پاکستانی آم کے جوس' بنگالی چائے اور سینڈوچ سے تواضع کی گئی۔

ڈھاکہ کے ایک پر رونق بازار کا منظر

تعارف کے بعد قیام کے دوران پروگراموں کے متعلق بات ہوئی۔ مولانا صاحب نے تمام دنوں کی مصروفیت کا پہلے سے ایک ایجنڈا ترتیب دے رکھا تھا۔ چنانچہ آج بعد نماز عصر ڈھاکہ ڈسٹرکٹ غازی پور کے علاقہ باڑی عبدالمالک کے ایک مدرسہ کے مہتمم اور دوسرے اساتذہ کے ساتھ نشست ہوئی۔ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے اقامت دین کی اہمیت کو علماء حضرات کے سامنے پیش کیا اور انہیں دعوت دی کہ وہ اس فکر کو لے کر چلیں اور بنگلہ دیش میں اسلامی نظام کے نفاذ کی تحریک برپا کریں' بعد میں سوال و جواب کی نشست میں مختلف پہلوؤں کو مزید واضح کیا۔

ہوٹل واپسی کے دوران مولانا ثمیر الدین صاحب نے بنگلہ دیش کی سیاسی اور دینی سیاسی پارٹیوں کے متعلق بتایا کہ اس وقت عوامی لیگ حکمران سیاسی پارٹی ہے' جس کی قیادت حسینہ واجد کر رہی ہیں۔ یہ شیخ مجیب الرحمٰن کی بیٹی ہیں۔ ان کی دوسری بہن ریحانہ انگلینڈ میں رہائش پذیر ہیں اور وہ سیاست میں حصہ نہیں لیتیں۔ عوامی لیگ کا واضح جھکاؤ ہندوستان کی طرف ہے۔ بنگلہ دیش نیشنل پارٹی (BNP) جس کی قیادت خالدہ ضیاء کر رہی ہیں حکومت کی مخالف پارٹی ہے۔ اگرچہ دونوں پارٹیاں سیکولر سوچ کی حامل ہیں لیکن عوامی لیگ کا مزاج بالکل مذہب بیزار ہے۔ اگر بی این پی نے اسلامی مزاج کے خلاف دو کام کئے ہیں تو عوامی لیگ نے بتیس ایسے کام کئے ہیں۔ مثال کے طور پر قومی یادگاروں میں جہاں کہیں اسلام کا نام آتا ہے اس کو کسی دوسرے لفظ سے بدل دیا گیا ہے۔ ڈھاکہ یونیورسٹی کے نشانِ امتیاز میں "رب زدنی علما" کے الفاظ تھے ان کو ختم کر کے ایسے الفاظ لکھ دیئے گئے ہیں جن کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ یہاں کوئی مذہبی پابندی نہیں ہے بلکہ سب کے لئے آزادی ہے وغیرہ۔ کوئی لیڈر ہندوستان کی جھولی میں گرنے پر تنقید کرتا ہے تو یہ لوگ اس پر پاکستانی ایجنٹ اور غدار ہونے کا الزام لگا دیتے ہیں۔ ان کے دور اقتدار میں علماء سہمے بیٹھے ہیں۔ بنگلہ دیش نیشنل پارٹی کے بارے میں عام لوگوں کی رائے میں یہ پاکستان کے لئے نرم گوشہ رکھنے والی پارٹی سمجھی جاتی ہے۔ عوامی لیگ والے ان پر الزام لگاتے ہیں کہ اگر ان کو اقتدار مل گیا تو یہ بنگلہ دیش کو دوبارہ پاکستان کے ساتھ شامل کرا دیں گے۔ پچھلے الیکشن میں جماعت اسلامی کے غلام اعظم کے ساتھ اتحاد کی وجہ سے ان کا پلڑا بھاری تھا۔ جماعت نے سیٹوں کی تقسیم پر

بنگلہ دیش نیشنل پارٹی کے بارے میں عوامی رائے ہے کہ یہ جماعت پاکستان کیلئے نرم گوشہ رکھتی ہے

اختلاف کرتے ہوئے عوامی لیگ کا ساتھ دیا لیکن الیکشن جیتنے کے بعد عوامی لیگ نے جماعت اسلامی کو گھاس نہیں ڈالی اور ان کی پوزیشن خراب ہو گئی۔ حتیٰ کہ مخالف لوگ بی این پی کی شکست کی ذمہ داری غلام اعظم پر ڈالتے ہیں۔

خاموش دعوت کا کام تو تبلیغی جماعت سب سے زیادہ کر رہی ہے لیکن دینی سیاسی جماعتوں میں نظام اسلام پارٹی ہے (جس کی قیادت عبدالروف صاحب کر رہے ہیں) جو ۵۸ء تک سب سے بڑی پارٹی تھی اور ایک وقت میں ساٹھ سے زیادہ ممبران کے ساتھ حکومت میں شامل تھی۔ اس کے بعد شخصی اختلافات کی بنا پر اس سے مزید تین پارٹیاں پیدا ہو گئیں۔ ایک حرکۃ الخلافت بنگلہ دیش ہے۔ محمد اللہ حافظ جی حضور اس کے بانی تھے جو ایک متقی اور پرہیزگار شخصیت تھے تمام لوگ ان کی عزت کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے احمد اللہ اشرف کو پارٹی سربراہ بنایا تو دوسرے لوگوں نے اس کو پسند نہیں کیا۔ چنانچہ خلافت مجلس کے نام سے ایک پارٹی وجود میں آئی جس کے سربراہ شیخ الحدیث مولانا عزیز الحق ہیں۔ اس میں جماعت اسلامی سے ٹوٹ کر آنے والے لوگ بھی شامل ہیں۔ تحریک دستور اسلامی بھی نظام اسلامی سے ٹوٹ کر آنے والے لوگوں کی جماعت ہے۔ اس کے سربراہ مولانا فضل

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

✪ کسی ملک میں پہلی دفعہ خلافت کیسے قائم ہو گی؟

✪ نظامِ خلافت کا مطلب صدارتی نظام تو نہیں؟ ✪ نظامِ خلافت میں حزبِ اختلاف کی حیثیت کیا ہو گی؟

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درسِ قرآن کے بعد امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال وجواب کی نشست

سوال : کسی ملک میں پہلی دفعہ خلافت کیسے قائم ہو گی؟ انقلاب کے ذریعے قائم شدہ خلافت میں تمام لوگوں کی رائے اور مشورہ کیسے شامل ہو گا؟

جواب : دیکھئے جب بھی کبھی دنیا میں انقلاب آتا ہے تو پہلی گورنمنٹ انقلابی پارٹی ہی بناتی ہے۔ اس کے بعد اس کا جو ڈھانچہ ہو اور دستوری خاکہ وہ بنائے گی اس کے تحت الیکشن ہو جائیں گے۔ اس میں دو سال بھی لگ سکتے ہیں' تین سال بھی اور چار سال بھی لگ سکتے ہیں' یہ عبوری دَور ہو گا۔ اس اعتبار سے ذہن بالکل صاف ہونا چاہئے کہ انتخابی عمل کے ذریعے خلافت قائم نہیں ہو سکتی' اس کے لئے تو انقلابی عمل ناگزیر ہے جسے میں بار بار دہراتا ہوں تا کہ ذہنوں میں یہ بات راسخ ہو جائے اور اس کا عمومی طریقہ یہی ہے کہ کوئی منظم انقلابی پارٹی اس نظام کے قیام کے لئے منہاجِ محمدیؐ کے مطابق جدوجہد کرے۔

سوال : ڈاکٹر صاحب! خلافت کا مطلب صدارتی نظام تو نہیں؟

جواب : خلافت کا نظام صدارتی نظام سے قریب تر ہے' بلکہ صحیح تر الفاظ میں یہ کہنا چاہئے کہ صدارتی نظام خلافت کے نظام سے قریب تر ہے۔ میں یہ ہمیشہ سے کہتا آ رہا ہوں کہ پارلیمانی اور صدارتی دونوں نظام جائز ہیں۔ وحدانی (Unitary) نظام' وفاقی (Federal) اور کنفیڈرل (Confederal) نظام سب جائز ہیں' کنفیڈریشن کو بھی آپ حرام نہ سمجھئے۔ ہماری آج کتنی خواہش ہو گی کہ سابقہ مشرقی پاکستان کی اور ہماری کنفیڈریشن ہی ہو جائے! اگر آج پاکستان میں کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں کنفیڈریشن ہونی چاہئے تو آپ ان سے بات کریں' اس پر بحث کریں اور دلائل دیں' لیکن اسے حرام تو نہیں کہہ سکتے۔

دنیا میں کئی سیاسی نظام چل رہے ہیں : وحدانی صدارتی' وفاقی صدارتی (جیسے امریکہ میں ہے جو وحدانی نہیں) کنفیڈرل صدارتی' پھر وحدانی پارلیمانی' وفاقی پارلیمانی اور کنفیڈرل پارلیمانی' یہ چھ کے چھ جائز ہیں۔ البتہ خلافت راشدہ سے قریب تر صدارتی نظام ہے۔ لیکن اس میں کیا قباحت ہے کہ یہ نظام ساتھ ساتھ وفاقی بھی ہو' پاکستان کے حالات میں جس کی زیادہ ضرورت ہے۔ ہمیں پسند ہو یا ناپسند' یہاں پر قومیتوں کا تصور اب پیدا ہو چکا ہے اور ہر قوم اپنا حق مانگتی ہے۔ اسے اپنی زبان عزیز ہے کہ سوائے عربی زبان کے کوئی دوسری زبان مقدس نہیں۔ "اردو شریف" آسمان سے نازل نہیں ہوئی' انسانوں ہی کی زبان ہے اور سندھی کوئی کافروں کی زبان نہیں۔ غیر عربی تفسیر سب سے پہلے سندھی زبان میں لکھی گئی۔ تہذیب کا اور اسلامی تعلیم کا سب سے بڑا مرکز سندھ تھا۔ ایک زمانے میں تین سو دارالعلوم سندھ کے ایک شہر ٹھٹھہ ہی میں تھے۔ یہاں کے محدثین نے حجاز میں جا کر حدیث پڑھائی۔ یہ کوئی معمولی بات ہے؟ اس اعتبار سے کوئی حرج نہیں ہے کہ صوبے لسانی بنیاد پر بھی بن جائیں۔ ہندوستان نے اسی بنیاد پر صوبوں کی نئی حد بندی کر لی' وہاں کتنی مضبوط جمہوریت ہے۔ وہاں پینتالیس برس کے اندر صرف دو سال ہی ہنگامی حالات کے گزرے ہیں نا! ورنہ ان کی آئینی حکومت ہی کا تسلسل چل رہا ہے۔ انہوں نے نئے لسانی صوبے بنا لئے تو کیا کوئی حرام یا غلط کام ہو گیا؟

صدارتی نظام یقیناً خلافت کے نظام کے قریب تر ہے اور روحِ عصر کے مطابق وہ وفاقی صدارتی نظام ہے۔ وفاق کی اکائیوں کو کافی خود اختیاری حاصل ہونی چاہئے۔ اسی لئے ہمارا موقف ہے کہ صوبے زیادہ بنا دو اور سب کو برابر برابر کر دو تاکہ کسی کے غلبے کا اندیشہ ہی نہ رہے۔ اس معاملے کو اسی انداز میں سلجھایا جائے تو انشاء اللہ ایسے سب مسائل کا حل نکل آئے گا۔ چنانچہ ہمارا جو دس نکاتی پروگرام ہے اس میں دین کے نظام یا خلافت کے نظام میں ملکی حوالے سے بھی جو صورت ہمارے لئے صحیح ترین ہو سکتی ہے' وہی ہمارے پیشِ نظر ہے۔

سوال : نظامِ خلافت میں حزبِ اختلاف کی حیثیت کیا ہو گی؟

جواب : پہلی بات تو یہ سمجھ لیجئے کہ نظامِ خلافت کے بارے میں یہ بھی مغالطہ ہے کہ وہ یک جماعتی (One party) گورنمنٹ ہوتی ہے۔ میں نے ابھی کہا ہے کہ اس زمانے میں پارٹیاں اس معنی میں نہیں تھیں' لیکن گروپ تو تھے : بنو امیہ' بنو ہاشم' اوس' خزرج وغیرہ۔ نظام قبائلی تھا۔ اب اس کی جگہ پارٹیوں کا نظام ہے جو حرام نہیں ہیں۔ اسلام میں پارٹیوں کا جواز ہے۔ البتہ کسی پارٹی کے منشور میں کتاب و سنّت کے خلاف کوئی بات ہوئی تو وہ خلافِ قانون قرار دے دی جائے گی' اس لئے کہ اس ملک کے دستور کے اندر کتاب و سنّت کی بالادستی تسلیم کی گئی ہے۔ شریعت کی حدود کے اندر اندر ایک پروگرام آپ دیتے ہیں' دوسرا پروگرام کوئی اور دیتا ہے تو ٹھیک ہے' لوگوں کو دیکھنے کا موقع دیں کہ کون سا پروگرام زیادہ بہتر ہے۔ کتنے ہی مسائل ہیں جن پر ہر پارٹی کا پروگرام سامنے آنا چاہئے۔ مثلاً بجٹ میں اخراجات کا مصرف کیا ہو گا؟ صحت کو کیا دیں گے' دفاع کو کتنا دیں گے اور تعلیم کو کتنا؟ یہ قرآن میں تو لکھا ہوا نہیں' نہ حدیث ہی میں لکھا ہوا ہے۔ ایک پارٹی کہتی ہے کہ ہماری اوّلین ترجیح دفاع ہے' دوسری پارٹی کہتی ہے کہ ہم تعلیم کو زیادہ اہمیت دیں گے تو لوگوں کو اپنی پسند کے انتخابات کا موقع ملنا چاہئے' اس میں قطعاً کوئی برائی نہیں۔ روحِ دین کے ساتھ جب تک روحِ عصر کو جوڑیں گے بات نہیں بنے گی' چنانچہ جدید زمانے کے تقاضوں اور دین کی ضروریات کو ہم آہنگ کرنا ہو گا۔

البتہ حزبِ اختلاف کا ایک پہلو غیر اسلامی ہے' اور وہ ہے حزبِ اختلاف کے ارکان کا اپنے ضمیر کی آواز کے خلاف رائے دینا۔ آپ ایک پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں جس کا ایک منشور ہے اور لوگوں نے اس منشور پر ووٹ دیئے تو اگر آپ اس منشور سے منحرف ہوتے ہیں پھر تو آپ کا ایوان میں اپنے منصب سے چمٹے رہنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ البتہ بہت سے معاملات ایسے آ جاتے ہیں جن کا تعلق منشور سے نہیں۔ اب گورنمنٹ پارٹی ایک بات کہہ رہی ہے اور اپوزیشن کے کسی شخص کا دل یہ کہتا ہے کہ دین کے اعتبار سے میرے ملک کے لئے بات یہی صحیح ہے جب کہ پارٹی کی حکمت عملی کا تقاضا ہے کہ تمہارا ضمیر جائے جہنم میں' تمہیں وہ بات کہنی ہو گی جو پارٹی کہہ رہی ہے۔ یہ چیز خلافِ اسلام ہے کہ انہیں اپنے ضمیر کی آواز پر عمل کرنے کی اجازت نہیں۔ تاہم صدارتی طرزِ خلافت میں اس کی کوئی اہمیت ہی نہیں رہ جاتی' اس لئے کہ اس کی اہمیت وہاں ہوتی ہے جہاں اراکین کی تعداد کے توازن پر حکومت کا انحصار ہو۔

امریکہ کے راسخ العقیدہ عیسائیوں میں

یہودیت اور اسرائیل

سے پرجوش تعاون و تقویت کی ایک

نئی تحریک!

حال ہی میں امریکہ میں شائع ہونے والی ایک چشم کشا کتاب FORCING GODS HANDS کا ترجمہ و تلخیص

اخذ و ترجمہ : سردار اعوان

میں ایک چھوٹے سے قصبے میں پلا بڑھا' جہاں اتوار کے روز سنڈے سکول اور چرچ جاتا اور یاجوج ماجوج' دوبارہ جی اٹھنے' دوزخ اور قوموں کے درمیان جدال آرمیگاڈان(Armageddon)اور بھڑک اٹھنے والے پتھروں کی باتیں سنتا۔ مجھے ایک حیرت انگیز قدرت رکھنے والے خدا کا شعور ملا۔ وعظ سن کر محسوس ہوتا کہ میں مغربی ٹیکساس کے ریتلے طوفانوں کی پیداکردہ تاریکی کی زد میں ہوں۔

کئی برسوں تک عیسائیت میرے وجود کا جزولاینفک بنی رہی لیکن ذہن میں سوال آتا کہ میں خود کیا ہوں۔ اپنی پہچان کی خاطر میں نے "غیر" کا روپ دھارا' جیسے کوئی کالا' ریڈ انڈین یا میکیسکن ہوں۔

۱۹۶۰ء کی دہائی میں جب میں وہائٹ ہاؤس میں سٹاف رائٹر کے طور پر کام کرتا تھا' مشرق وسطیٰ کی جنگ چھڑ گئی' مشرق وسطیٰ کے بارے میں میرا علم تورات میں بیان ہونے والے قصے' کہانیوں تک محدود تھا۔ جمی کارٹر اور رونلڈ ریگن کے دوران صدارت میں نے آرمیگاڈان اور دوبارہ زندہ ہونے کی بابت مزید باتیں سنیں۔ خاص طور پر زمین کے پھٹ پڑنے کی باتیں۔ مجھے ٹی وی پر ان عیسائی مبلغین کی تلاش رہتی جن کی مسحور کن تبلیغ ہوتی کہ ہم اس کرۂ ارضی کے بسنے والے آخری لوگ ہیں' ہم جو اس وقت چل پھر رہے ہیں' ہم پر ہی نوع انسانی کا اس دنیا سے خاتمہ ہونے والا ہے۔

بچپن میں رات کو ایک ایسے خدا کے آگے جھک جاتا جس کے بارے میں میرا خیال تھا کہ وہ آسمان پر ہے تاہم مجھے اتنا معلوم تھا کہ وہ خدا اتنا بڑا ہے کہ اپنے اس چھوٹے سے ذہن کے مطابق میرے لئے اسے لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ میں نے جو قصے کہانیاں سنے وہ میرے دل میں گھر کرتے رہے' ۱۹۸۰ء کی دہائی میں میں نے اسے پرکھنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ میں نے جیری فال ویل (Jerry Falwell) کی سرکردگی میں مقدس مقامات کے دو سفر کئے۔ میرے ان اسفار اور تحقیق کا نتیجہ ایک کتاب Prophecy and Politic یعنی "پیشین گوئی اور سیاست" کی شکل میں برآمد ہوا۔ اب لگ بھگ دو دہائی بعد میں نے دوبارہ غور کیا کہ ایک عیسائی ہونا کیا معنی رکھتا ہے اس سے جو سوالات ذہن میں ابھرے' مجھے ان کے جواب کی تلاش ہوئی۔ Jerry Falwell جیسا عیسائی کیوں قیامت کی دعائیں مانگ رہا ہے؟ کیا "نئی دنیا اور نئی جنت" میں داخلے کے لئے اس دنیا کو پورے طور پر تباہ کرنا ضروری ہے؟

آرمیگاڈان کے بارے جاننے کے لئے میں نے ان سوالات سے آغاز کیا جو کسی نئے آدمی کے ذہن میں آسکتے ہیں۔ کسی نے کہا ہے' ماہریا سند کے مقام تک رسائی حاصل کرنے تک کون زندہ رہتا ہے' زندگی اور موت کے بارے میں علم کے لحاظ سے ہم سب نووارد ہیں۔ کتنی بھی لمبی عمر ہو جائے آدمی پھر بھی ناتجربہ کار رہتا ہے۔ میرے سوال اور جواب ہم سب نوآموزگان کے لئے ہیں۔

آرمیگاڈان کے تصور کا قبولِ عام

جب میں نے ہوش سنبھالا تو انجیل کے حوالہ سے اللہ کے دشمنوں کے بارے میں اتنی باتیں سن چکا تھا کہ یاجوج ماجوج کو تمثیلی' روحانی متصوفانہ طور پر' نہ کہ مقامات آنکھوں سے دیکھ سکتا تھا۔ آج Jerry Falwell اور ہال لنڈسے (Hal Lindsey) ایک ہاتھ میں بائبل اور دوسرے میں اخبار لئے ان دشمنوں کی اس طرح نشاندہی کرتے ہیں گویا اسرائیل پر روس اور چین حملہ آور ہوا چاہتے ہوں۔

Jerry Falwell اور Hal Lindsey کا کہنا ہے کہ اللہ نے ہمارے لئے ایک ایسی خوفناک جنگ مقدر کر دی ہے جو انسانی تاریخ کا خاتمہ کردے گی۔ اس وقت جبکہ لگ بھگ درجن بھر ممالک ایٹمی اسلحہ سے لیس ہیں' دنیا کا خاتمہ بعید از قیاس نہیں۔

ٹی وی کے عیسائی مبلغ پٹ رابرٹسن (Pat Robertson) کہتا ہے بائبل میں مستقبل کے عالمی واقعات کے بارے میں واضح حوالے موجود ہیں۔ اس میں "زمین کو ہلا دینے والی پیشین گوئیاں" ہیں۔ آرمیگاڈان کی جنگ "اب نظر آرہی ہے جو کسی بھی وقت چھڑ کر حزقی ایل (Ezekiel) کی پیشین گوئی کا مصداق بن سکتی ہے۔ صرف لمحے کی دیر ہے۔ امریکہ Ezekeil کے مرحلہ سے گزر رہا ہے اور ہم اس کے ساتھ ہیں۔"

Final Dawn یعنی آخری صبح کے مصنف Jhon Hagee لکھتے ہیں "جیسا کہ ہم جانتے ہیں' دنیا کا خاتمہ قریب ہے۔ امریکہ جدید ٹائی ٹانک (Titanic) کی علامت بن چکا ہے۔ میکلین بائبل چرچ جہاں سپیشل پراسیکیوٹر Kenneth strarr سنڈے سکول کلاسز پڑھاتے ہیں' کا پادری Ken Bangh اعلانیہ کہتا ہے "قیامت آرہی ہے۔ میرے خیال میں یہ بالکل سامنے نظر آ رہی ہے"۔ وہ خبردار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آرمیگاڈان سے قبل دوسری جنگیں بھی چھڑ جائیں گی۔ "ہر دو میں سے ایک آدمی مارا جائے گا' یعنی تین ارب لوگ۔"

ٹی وی کے عیسائی پادری Jerry Falwell کا کہنا ہے "آرمیگاڈان ایک حقیقت' ہولناک حقیقت ہے۔ ہمارے بعد کوئی نسل نہیں آئے گی' ہم ہی آخری نسل ہیں۔ پوری تاریخ انتہا کو پہنچ رہی ہے' میرا نہیں خیال کہ میرے بچے پوری زندگی گزار سکیں گے۔ ایک آخری تصادم ہوگا اور اللہ اس کائنات کو لپیٹ دے گا۔ اللہ اس زمین اور آسمان کو تباہ کردے گا۔ اربوں انسان لقمہ اجل بن جائیں گے۔"

اعداد و شمار سے اندازہ ہوتا ہے کہ امریکیوں کی ایک بہت بڑی تعداد اس مذہبی تصور کو قبول کرتی ہے۔ Yankelovich اعداد و شمار کی رو سے ۱۹۸۴ء میں ۳۹

فیصد امریکیوں کا کہنا تھا کہ جب بائبل کہتی ہے کہ یہ دنیا آگ سے تباہ ہو گی تو اس کا مطلب ہے ہم خود ایٹمی آرمیگاڈان سے اسے تباہ کریں گے۔ ۱۹۹۸ء میں اس سے بھی بڑی تعداد میں لوگوں نے یہی بات کہی۔ ٹائم میگزین کی رپورٹ تھی کہ نصف سے قدرے زائد' ۵۱ فیصد امریکیوں کا خیال تھا کہ اگلی صدی میں انسانوں کے ہاتھوں لائی ہوئی تباہی کے نتیجہ میں یہ تہذیب اپنے اختتام کو پہنچ جائے گی۔

آرمیگاڈان کا تصور عام کرنے والے ممتاز پادریوں میں یہ تمام حضرات شامل ہیں:

مشی گن' رائل اوک کے Jack Van impe ہر ہفتہ ٹرینٹی براڈ کاسٹنگ ریلجس نیٹ ورک کے UHF 90 سے زائد چینلز پر ۱۴۳ امریکی ریڈیو سٹیشنوں اور ٹرانس ورلڈ ریڈیو پر اپنا پیغام نشر کرتے ہیں۔

ہننگٹن بیچ' کیلیفورنیا میں مقیم چارلس ٹیلر "Today in Bible Prophecy" کے عنوان سے بیس سے زائد مقامی اور بیرونی ریڈیو سٹیشنوں کے ذریعہ اپنا خطاب نشر کرتے ہیں۔ کیلیفورنیا کے غیر ملحقہ گریجوایٹ سکول آف تھیالوجی کے صدر Stuart McBirnie جو اپنی "نیوز کومنٹری" جاری کرتے ہیں"۔ Chuck Smith جس کا ریڈیو پروگرام The World for Today سینکڑوں سٹیشنوں کے علاوہ کالوری سٹیلائیٹ نیٹ ورک کے ذریعہ سنا جاتا ہے' کا Costa Mesa' کیلیفورنیا میں ۲۵ ہزار ممبروں پر مشتمل کالوری چیپل (صلیب کے مجسمہ پر مشتمل گرجا گھر) اور امریکہ میں دیگر ۶۰۰ اور ۱۰۰ بین الاقوامی کالوری چیپلیں ہیں۔

"God's News Behind the News" پروگرام کے میزبان Ray Brubaker کا اپنا رسالہ Reflection on the News شائع ہوتا ہے۔

Paul Crouch کا "ٹرنٹی براڈ کاسٹنگ نیٹ ورک" (TBN) امریکہ بھر کے علاوہ سیٹلائیٹ کے ذریعہ پوری دنیا میں قیامت کی پیشین گوئیوں پر مبنی شو نشر کرتا ہے۔ Hal Lindsey باقاعدگی سے TBN پر اپنا خطاب نشر کراتے ہیں۔ Crouch لاس اینجلس میں ہفتہ کی صبح کا اپنا ریڈیو پروگرام اور ایک رسالہ Count down News Journal شائع ہوتا ہے۔

کولوریڈو میں مذہبی براڈ کاسٹر اور ایک معتدل کلیسائی وزارت Focus on the Family کے بانی جس کے ۲۰ لاکھ سے زائد ارکان ۳۴ ریاستی سطح کی شاخیں' ۱۳۰۰ با تنخواہ ملازم اور ۱۱۴ ملین ڈالر سالانہ بجٹ ہے' James C. Dobson ہر ہفتے ۲۸ ملین لوگوں تک اپنی ریڈیو اور ٹی وی نشریات پہنچاتا ہے۔

(جاری ہے)

بقیہ : دورۂ بنگلہ دیش

الکریم پیر صاحب چورمنائی ہیں۔ یہ سب سے زیادہ مقبول جماعت ہے۔ عام لوگ پیری مریدی کے انداز میں اس جماعت کے ساتھ وابستہ ہیں۔

جماعت اسلامی کے امیر مولانا غلام اعظم مستعفی ہو چکے ہیں مجلس شوریٰ نے مولانا مطیع الرحمٰن نظامی' مولانا دلاور حسین سعیدی اور مولانا عبدالصمد صاحبان کے نام امارت کے لئے تجویز کئے تھے جن میں جماعت کے کارکنوں نے مولانا مطیع الرحمٰن نظامی صاحب کو امیر منتخب کر لیا ہے۔

حسین محمد ارشاد جاتیو پارٹی (نیشنلسٹ پارٹی) کے صدر ہیں۔ انہوں نے اپنے دور اقتدار میں عوامی فائدے کے بہت کام کئے تھے۔ دیہاتوں میں خاص طور پر وہ آج بھی مقبول ہیں۔ حسینہ واجد کی حکومت نے انہیں ایک تعمیری ٹھیکے میں گھپلے کے الزام میں چار سال کے لئے جیل میں ڈال دیا ہے۔ عبدالرب صاحب جاتیو پارٹی کے سربراہ ہیں جو سیکرٹری جنرل کے عہدے پر کام کرتے ہیں۔ اس پارٹی میں صدر برائے نام ہوتا ہے۔

اخبارات میں "انقلاب" حکومت مخالف اخبار ہے۔ انہی دنوں حکومت نے اس پر قومی ترانہ کی پیروڈی شائع کرنے کا مقدمہ دائر کیا ہے۔ ہمارے دوران قیام اخبار کے حامیوں نے حکومتی اقدام کے خلاف مظاہرہ بھی کیا۔ روزنامہ "اتفاق" کے مالکان میں سے انور حسین عوامی لیگ حکومت میں وزیر مواصلات کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ "جونا کنٹھ" اور "جوگنترا" سرکار کے طرفدار اخبار ہیں۔ "سنگرام" جماعت اسلامی کا اخبار ہے جبکہ دنکال (شب و روز) بی این پی کی سرپرستی میں نکلتا ہے۔ مولانا ثمیر الدین پندرہ روزہ "نجات" نکال رہے ہیں پہلے یہ روزنامہ تھا۔

(جاری ہے)

KT KHALID TRADERS

IMPORTERS - INDENTORS - STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER - SMALL TO SUPER - LARGE

NATIONAL DISTRIBUTORS NTN BEARINGS

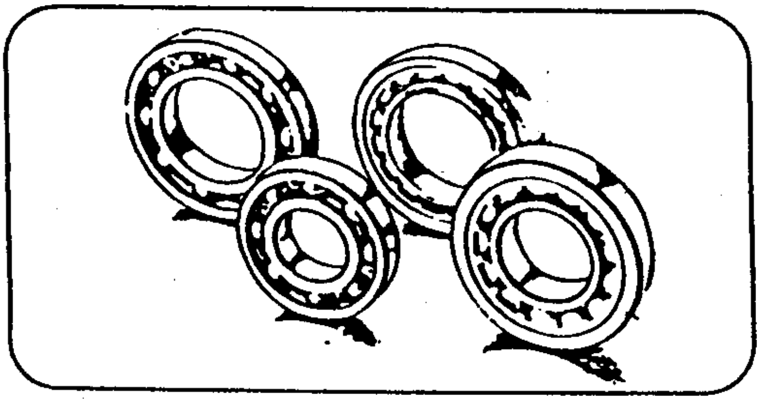

PLEASE CONTACT

Opp. K.M.C. Workshop, Nishtar Road, Karachi-74200, Pakistan.
G.P.O. Box #. 1178 Phones : 7732952 - 7730595 Fax : 7734776 - 7735883
E-mail : ktntn@poboxes.com

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : SIND BEARING AGENCY, 64 A-65 Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400(Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : 5 - Shahsawar Market, Rehaman Gali No. 4, 53-Nishtar Road, Lahore-54000, Pakistan. Phones: 7639618,7639718,7639818, Fax: (42) : 763-9918

GUJRANWALA: 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

”قرارداد مقاصد“ کا متن

جو دستور میں پہلے صرف دیباچے کی حیثیت سے شامل تھا' اور اب باقاعدہ دفعہ ۲ الف کی حیثیت سے دستور کا جزو لاینفک ہے۔

(In the name of Allah, the most Beneficent, the most Merciful.)

Preamble__ Whereas sovereignty over the entire Universe belongs to Almighty Allah alone, and the authority to be exercised by the people of Pakistan within the limits prescribed by Him is a sacred trust;

And whereas it is the will of the people of Pakistan to establish an order:

Wherein the State shall exercise its powers and authority through the chosen representatives of the people,;

Wherein the principles of democracy, freedom, equality, tolerance and social justice, as enunciated by Islam, shall be fully observed;

Wherein the Muslims shall be enabled to order their lives in the individual and collective spheres in accordance with the teachings and requirements of Islam as set out in the Holy Quran and Sunnah;

Wherein adequate provisions shall be made for the minorities freely to profess and practice their religions and develop their cultures;

Wherein the territories now included in or in accession with Pakistan and such other territories as may hereafter be included in or accede to Pakistan shall form a Federation wherein the units will be autonomous with such boundaries and limitations on their powers and authority as may be prescribed;

Wherein shall be guaranteed fundamental rights, including equality of status, of opportunity and before law, social, economic and political justice, and freedom of thought, expression, belief, faith, worship and association, subject to law and public morality;

Wherein adequate provision shall be made to safeguard the legitimate interests of minorities and backward and depressed classes;

Wherein the independence of the judiciary shall be fully secured;

Wherein the integrity of the territories of the Federation, its independence and all its rights, including its sovereign rights on land, sea and air, shall be safeguarded;

So that the people of Pakistan may prosper and attain their rightful and honoured place amongst the nations of the World and make their full contribution towards international peace and progress and happiness of humanity:

Now, therefore, we, the people of Pakistan,

Cognizant of our responsibility before Almighty Allah and men;

Cognizant of the Sacrifices made by the people in the cause of Pakistan;

Faithful to the declaration made by the Founder of Pakistan, Quaid-I-Azam Muhammad Ali jinnah, that Pakistan would be a democratic State based on Islamic principles of social justice;

Dedicated to the preservation of democracy achieved by the unremitting struggle of the people against oppression and tyranny;

Inspired by the resolve to protect our national and political unity and solidarity by creating an egalitarian society through a new order;

Do hereby, through our representatives in the National Assembly, adopt, enact and give to ourselves, this Constitution.

کاروانِ تحریک خلافت —— چند تصویری جھلکیاں

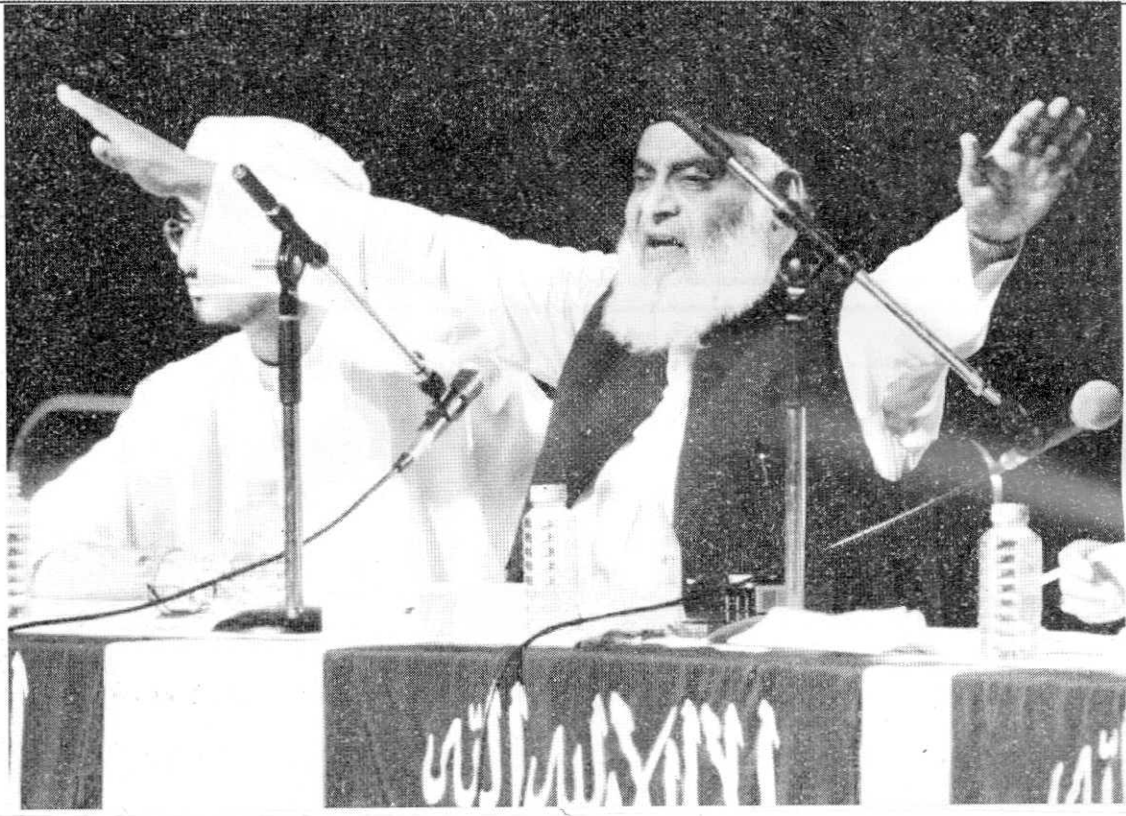

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد ۱۶ اگست ۱۹۹۶ء کو لندن کے ویمبلے ایرینا میں حزب التحریر کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی عالمی خلافت کانفرنس میں اذان خلافت دے رہے ہیں

۱۳/ اکتوبر ۹۱ء کو لاہور کی تاریخی جلسہ گاہ موچی دروازہ میں منعقد ہونے والے جلسہ خلافت کی ایک جھلک ' امیر تنظیم اسلامی عصر حاضر میں نظام خلافت کے خد و خال پر روشنی ڈالتے ہوئے

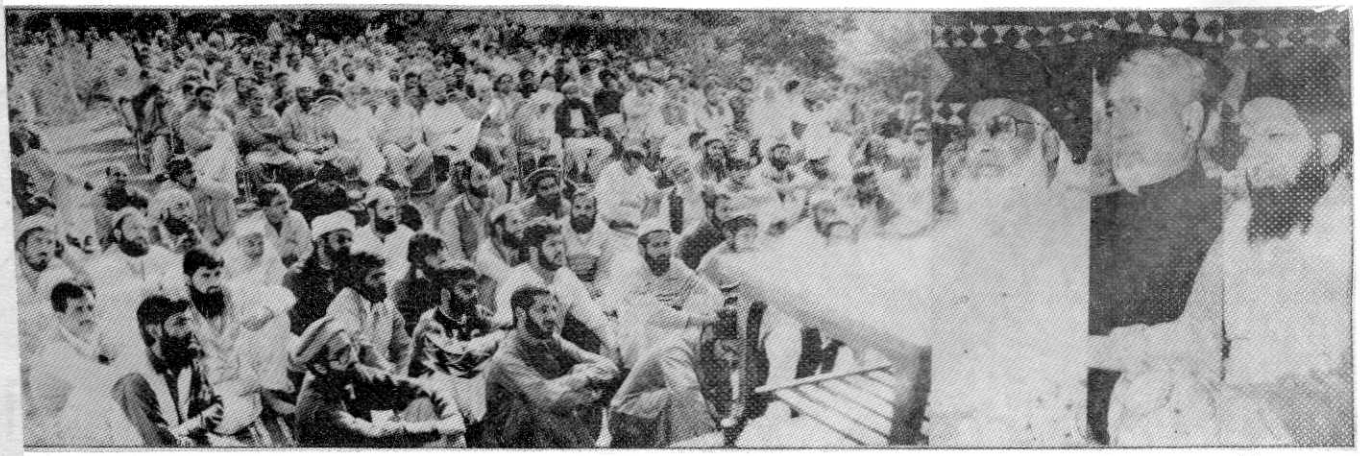

امیر تنظیم اسلامی راولپنڈی کمیٹی باغ میں ۲۲ نومبر ۹۱ء کو نظام خلافت کی برکات بیان کرتے ہوئے ' تصویر میں جنرل (ر) تجمل ملک اور ناظم اعلیٰ تحریک خلافت عبد الرزاق بھی نمایاں ہیں

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل: ۱۲۷
جلد ۱۰، شمارہ ۴
سالانہ زرتعاون ۱۷۵/- روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور
مقام اشاعت: ۳۶-کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: ۰۴۲-۵۸۶۹۵۰۱ فیکس: ۵۸۳۴۰۰۰۰
ای میل: info@tanzeem.org

ادارتی معاونین
☆فرقان دانش خان ☆مرزا ایوب بیگ ☆مرزا ندیم بیگ
☆سردار اعوان ☆نعیم اختر عدنان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

نظام خلافت کیا ہے؟

☆ نظام خلافت' اللہ تعالیٰ کی حاکمیت مطلقہ کے اعلان واقرار اور قرآن وسنت کی غیر مشروط بالادستی کے عملی نفاذ کا نام ہے۔

☆ نظام خلافت' اسلامی ریاست کے ہر شہری مسلم ہو یا غیر مسلم' کی جان ومال عزت وآبرو کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہے۔

☆ نظام خلافت' اسلامی ریاست کے ہر شہری کی بنیادی ضروریات یعنی غذا' لباس رہائش' علاج وتعلیم وغیرہ کا ذمہ دار ہے۔

☆ نظام خلافت' تمام کائنات اور انسانوں کے خالق ومالک کے ابدی پیغام کو تمام دنیا کے انسانوں تک پہنچانے کا اہتمام کرتا ہے۔

☆ نظام خلافت' اسلامی ریاست کے تمام شہریوں کو فوری عدل وانصاف فراہم کرنے کا ضامن ہے۔

☆ نظام خلافت' میں مردوں اور عورتوں کے الگ الگ دائرہ کار معین ہیں۔ یہ نظام عورت کو پورا اختیار دیتا ہے کہ ستر وحجاب کے حوالے سے اللہ اور رسول کی قائم کردہ حدود کو پیش نظر رکھتے ہوئے بوقت ضرورت کاروبار حیات میں شرکت کر سکے۔

☆ نظام خلافت' عورتوں کی عزت وناموس کا محافظ اور حقوق نسواں کا پاسبان ہے۔

☆ نظام خلافت' نہ صرف یہ کہ تمام انسانوں کی تعلیم وتربیت کا خصوصی اہتمام اس نقطہ نگاہ سے کرتا ہے کہ وہ اپنے مقصدِ حیات سے آگاہ ہوں بلکہ اس کے مطابق ان کی رہنمائی اور مدد بھی کرتا ہوں۔

☆ نظام خلافت' مسلمانوں کے دلوں میں جذبہ جہاد کی روح بیدار کرنے کا ضامن بھی ہے تاکہ حزب الشیطان کے حملوں کا مئوثر جواب دیا جاسکے۔

خلاصہ کلام:

نظام خلافت کا قیام وقت کی اہم ترین ضرورت ہے!